﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾(بنی اسرائیل:80)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد18 | جمعۃ المبارک10/جون2011ء — 07/رجب1432 ہجری قمری ❁ 10/احسان 1390 ہجری شمسی | شمارہ 23

وضو نماز کی کنجی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے“۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3صفحہ 340)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا۔

جب استقامت ہوتی ہے تو پھر انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی دیا جاتا ہے یہاں تک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے۔

وہ چیز جو انسان کی قدر قیمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے وہ اس کا اخلاص اور وفاداری ہے جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے؟

”مولوی عبداللطیف کی شہادت اور استقامت کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ 23-24 برس سے ایک پیشگوئی براہین میں موجود تھی جو پوری ہوگئی اور یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہوگی۔ اس کے سوا اب یہ خون اُٹھنے لگا ہے اور اس کا اثر پیدا ہونا شروع ہوگیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کردے گا۔ یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ لیکن جہاں تک پیشگوئی کے الفاظ پر غور کرتا ہوں اس میں وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُم (البقرۃ:217) ایک ہی بڑی تسلّی اور اطمینان کی بات ہے کہ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں۔ مَیں جانتا ہوں اور اس پر افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس قسم کا نمونہ صدق و وفا کا عبداللطیف نے دکھلایا ہے اس قسم کے ایمان کے لئے میرا کانشنس فتویٰ نہیں دیتا کہ ایسے لوگ میری جماعت میں بہت ہیں۔ اس لئے مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اسی قسم کا اخلاص اور صدق عطا کرے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو عزیز نہ سمجھیں۔

مَیں ابھی جماعت میں بزدلی کو دیکھتا ہوں اور جب تک یہ بزدلی دُور نہ ہو۔ اور عبداللطیف کا سا ایمان پیدا نہ ہو یقیناً یاد رکھو کہ وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ (البقرۃ:10) میں داخل ہے۔ مومنوں میں وہ اس وقت داخل ہوں گے جب وہ اپنی نسبت یہ یقین کرلیں گے کہ ہم مُردے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب دشمنوں کے مقابلہ پر جاتے تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا گھوڑوں پر مُردے سوار ہیں اور وہ سمجھتے تھے کہ اب ہم کو موت ہی اس میدان سے الگ کرے گی۔

اللہ تعالیٰ لاف وگزاف کو پسند نہیں کرتا۔ وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اس میں ایمان کا کیا رنگ ہے۔ جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا۔ اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ لیکن جب استقامت ہوتی ہے تو پھر انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی دیا جاتا ہے یہاں تک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے۔ ظاہری حالت اگر اپنی جگہ کوئی چیز ہوتی اور اس کی قدر و قیمت ہوتی تو ظاہر داری میں تو سب کے سب شریک ہیں۔ عام مسلمان نمازوں میں ہمارے ساتھ شریک ہیں، لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک شرف اور بزرگی اندرونہ سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بزرگی ظاہری نماز اور اعمال سے نہیں ہے بلکہ اس کی فضیلت اور بزرگی اس چیز سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔ حقیقت میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ شرف اور علو دل ہی کی بات سے مخصوص ہے۔ مثلاً ایک شخص کے دو خدمتگار ہوں اور ان میں سے ایک خدمتگار تو ایسا ہو جو ہر وقت حاضر رہے اور بڑی جانفشانی سے ہر ایک خدمت کے کرنے کو حاضر اور تیار ہے اور دوسرا ایسا ہے کہ کبھی کبھی آجاتا ہے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے جو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ آقا بھی خوب جانتا ہے کہ یہ محض ایک مزدور ہے جو دن پورے ہوجانے پر تنخواہ لینے والا ہے اور اسی کے لئے کام کرتا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک قدر و قیمت اور محبت اسی سے ہوگی جو محنت اور جانفشانی سے کام کرتا ہے نہ کہ اس مزدور سے۔

پس یاد رکھو کہ وہ چیز جو انسان کی قدر و قیمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے وہ اس کا اخلاص اور وفاداری ہے جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مجاہدات کرتے تھے جو چھت سے رسّہ باندھ کر آپ کو ساری رات جاگنے کے لئے لٹکا رکھتے تھے لیکن کیا وہ ان مجاہدات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگئے تھے؟ ہرگز نہیں۔

نامرد، بزدل، بیوفا جو خدا تعالیٰ سے اخلاص اور وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا بلکہ دغا دینے والا ہے وہ کس کام کا ہے۔ اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ ساری قیمت اور شرف وفا سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو جو شرف اور درجہ ملا وہ کس بنا پر ملا؟ قرآن شریف نے فیصلہ کردیا ہے۔ وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی (النجم:38) ابرہیم وہ جس نے ہمارے ساتھ وفاداری کی۔ آگ میں ڈالے گئے مگر انہوں نے اس کو منظور نہ کیا کہ وہ ان کافروں کو کہہ دیتے کہ تمہارے ٹھاکروں کی پوجا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے لئے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انہوں نے فی الفور اس کو قبول کرلیا۔ ہر ایک ابتلا کو انہوں نے اس طرح پر قبول کرلیا کہ گویا عاشق اللہ تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتلا پیش آئے۔ خویش و اقارب نے مل کر ہر قسم کی ترغیب دی کہ اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم دینے کو تیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنا لینے کو تیار ہیں۔ اگر بیویوں کی ضرورت ہے تو خوبصورت بیویاں دینے کو موجود ہیں۔ مگر آپؐ کا جواب یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے شرک کے دُور کرنے کے واسطے مامور کیا ہے۔ جو مصیبت اور تکلیف تم دینی چاہتے ہو دے لو مَیں اس سے رُک نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ کام جب خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے پھر دنیا کی کوئی ترغیب اور خوف مجھ کو اس سے ہٹا نہیں سکتا۔ آپ جب طائف کے لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تو ان خبیثوں نے آپ کے پتھر مارے جس سے آپ دوڑتے دوڑتے گر جاتے تھے۔ لیکن ایسی مصیبتوں اور تکلیفوں نے آپ کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کے لئے کیسی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور کیسی مشکل گھڑیاں اُن پر آتی ہیں مگر باوجود مشکلات کے ان کی قدر شناسی کا بھی ایک دن مقرر ہوتا ہے۔ اُس وقت ان کا صدق روزِ روشن کی طرح کھل جاتا ہے اور ایک دنیا ان کی طرف دوڑتی ہے“۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ514تا516. جدید ایڈیشن۔مطبوعہ ربوہ)

حضرت الحاج حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ) کا

ایک شیعہ دوست کے نام مکتوب

[1880ء میں تحریر فرمودہ یہ مکتوب جو بہت سے شیعہ عقائد پر ایک نہایت جامع محاکمہ کی حیثیت رکھتا ہے، افادۂ احباب کے لئے ہدیۂ قارئین ہے۔ (مدیر)]

’’ابو اسامہ۔ نور الدین سے اس کے دوست (ع۔ و ح) کو السلام علیکم۔ دین ایک ایسی تسلی ہے جو اکراہ کا ثمرہ نہیں ہوسکتا۔ تیرہ سو برس کے جھگڑے ایک خط میں طے ہوں محال ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا بہت پڑھنا جمعیت اور طمانینت کا موجب ہے۔ میرا حال پوچھتے ہو میں کس مشرب کا ہوں؟ سنو! ابتدا تمیز سے اس وقت تک قرآن کریم و اہل حدیث کی جماعت میں شامل ہوں وَ اَرْجُوْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَمُوْتَ وَ اُحْشَرَ فِیْ حُبِّهِمْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں، نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال پر واقف ہوئے۔ یہی ہیں جنہوں نے قدریہ، جہمیہ، شیعہ، خوارج سے حفظ اور عدالت کو دیکھ کر روایت لینے میں بے جا تعجب نہیں کیا۔ روایت میں جب صحت کی راہ دیکھی پھر اخذ روایت میں ہٹ دھرمی نہیں کی۔ اس حزب الٰہی کی عمدہ کتاب بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ بخاری کی صحیح ہے۔ شیعہ کے ایک ممتاز متکلم نے استقصاء میں اس کتاب اور اس کے مصنف پر قدح کرنے میں بڑے زور لگائے اِلَّا اس خیر خواہ اسلام پر جھوٹ اور بہتان کا الزام نہیں لگا سکا۔ اس کی کسی رائے پر اگر جرح کی ہے تو یہ ثابت نہیں کر سکا کہ بخاری ایسے راوی کی روایت شواہد میں نہیں لایا بلکہ اصل مسئلہ کے اثبات میں لایا ہے یا اس روایت کو بخاری بدون معاضد چھوڑ گیا۔ پھر آپ جانتے ہیں صرّاف تو کھوٹا کھرا پہچان سکتا ہے۔ آپ نے تشیید المطاعن کی چار جلدیں میرے مطالعہ کے لئے مرحمت فرمائیں۔ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں نے کتاب کو بغور دیکھا۔ سچ کہتا ہوں کہ علامہ مصنف نے صرف نکتہ چینیوں پر وقت صرف کیا ہے اور کئی ضروری باتوں پر توجہ نہیں فرمائی۔

مثلاً سوچو کہ قرآن کریم میں آدم علیہ السلام جیسے خلیفہ کو عَصٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کا مخاطب کیا ہے۔ حضرت کلیم کے ایک اقرار کو اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ کے الفاظ سے بیان کیا۔ مومن ہمیشہ ان الفاظ کی توجیہات کرتے ہیں اور ان الفاظ کو سن کر انبیاء کی عصمت میں شک نہیں کرتے اور کوئی مسلمان وہم بھی نہیں کرتا کہ یہ حضرات خلافت عظمٰی اور امامت کبریٰ کے قابل نہ تھے یا عصیان یا ذنب یا ضلالت کے سبب معزول ہوگئے۔

موسیٰ اور خضر کا قصہ قرآن میں موجود ہے۔ وہاں دیکھو خضر بظاہر ملزم تھے اِلَّا اصل اسباب پر جب اطلاع ہوئی تو معلوم ہوا کہ بالکل بری ہیں۔

پھر تم جانتے ہو کہ اجتہادی غلطیاں اجر کا موجب بھی ہوتی ہیں۔ مشورہ اگر عیب ہے تو وَ شَاوِرْهُمْ میں تامل کیجئے۔ سنو سنو سنو نہایت کا کمال چاہئے۔ بدایت کا نقصان کچھ ضرر نہیں دے سکتا۔ سلف کا کیسا سچا فقرہ ہے۔ اِنَّ الذُّنُوْبَ قَدْ يُوْصِلُ الْجَنَّةَ وَ الْعِبَادَةَ قَدْ تُدْخِلُ النَّارَ کیا معنے؟ معاصی سے کبھی توبہ کی راہ کُھل جاتی ہے اور عبادت سے کبھی انسان کبر اور عجب میں مبتلا ہو کر بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔

امام کا اگر معصوم ہونا اس لئے شرط ہے کہ لوگوں کی اصلاح ہو، عام لوگ غلطی میں مبتلا نہ ہوں تو آپ جانتے ہیں صرف امام کی عصمت سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ امام کے اہلکار اور اس کے ملکوں پر چھوڑے ہوئے حکام نہ معصوم ہونے ضرور ہیں اور نہ ان کا منصوص ہونا شرط ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر کے نوّاب اور عمّال ہی کو دیکھ لو۔ پس مناط حکم میں ان سے غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ اکثر لوگ امام تک نہیں پہنچ سکتے۔ کُل کا پہنچنا کیونکر ہوسکتا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ صرف امام کی عصمت سے جب تک اس کا تسلط نہ ہو اور ظاہری حکم نہ ہو لوگوں کو فائدہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ صاحب الزمان علیہ السلام کی حالت ملاحظہ کرو۔ آپ جانتے ہیں کہ شخصی معاملات اور منزلی انتظامات کے واسطے ہر ہر شخص کو ہر وقت کے جزئیات کے لئے امام سے رجوع کرنا صریح محال ہے۔ اگر کلیات سے جزئیات لے گا تو ضرور ہی اجتہاد میں غلطی کرے گا۔

پس جس غرض پر عصمت اور امامت کو شیعہ امامیہ ثابت کرتے ہیں صرف اسی سے دنیا میں اصلاح کا قائم ہونا معلوم کیا معنے۔ اگر باری تعالیٰ اصلاح چاہتے تھے تو بقول آپ کے باری تعالیٰ پر واجب تھا کہ امام کو تسلط دیتے۔

دوسری بات جس کو فروگزاشت کیا ہے یہ ہے کہ مہاجرینؓ کے حق میں لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ قرآن میں موجود ہے۔ بھلا جن لوگوں کی نسبت کفّارہ اور جنت میں لے جانے کا وعدہ ہو وہ ابدی سزا پائیں! واللہ عقل نہیں مانتی۔ سنو سنو سنو مکفرّاتِ ذنوب بہت ہیں۔ اول خالص توبہ۔ دوم استغفار۔ سیوم اعمال صالحہ۔ چہارم مومن کی دعا۔ پنجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔ ششم آپ کی شفاعت۔ ہفتم اہوال وصدمات جو مابعد الموت طاری ہوتے ہیں۔ ہشتم وہ اعمال اور صدمات جن کا اثر میت کو پہنچنا شرع سے ثابت ہے۔ جیسے میت کی طرف سے روزہ رکھنا، حج کر لینا، میت کی اولاد صالح، میت کا وہ علم جس کا نفع جاری ہے۔ نہم دنیویہ صدمات۔ دہم کرب قیامہ۔ یاز دہم اقتصاص عند المیز ان۔ دواز دہم صدق توحید۔ سیز دہم رحمت ارحم الراحمین جس کی سبقت غضب پر منصوص ہے۔

علامہ مصنف نے یہ خیال نہ فرمایا کہ اگر صحابہ سے معاصی سرزد ہوئے تو کیا مکفرات ان کے لئے محال ہوگئے تھے؟ نہیں نہیں نہیں۔

ابوبکر کی نسبت آپ کا یہ الزام کہ ان میں حزن اور خوف تھا اور یہ بات شجاعت کے خلاف ہے۔ غار کی آیت میں ان کو صاحب کہا گیا ہے جیسے فرمایا اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور صاحب ہونا اہل نار کی نسبت آیا ہے۔ بھلا خائف، بزدل، حزن والا صاحب خلافت کے لائق ہے؟ سچ کہتا ہوں قرآن ہی وہ کتاب ہے جس کو شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ کہنا بالکل سچ ہے۔

اب اس وہم کی دوا سنو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل شانہٗ کے سامنے اقرار کیا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اور سبحانہ وتعالیٰ حضرت امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام کو صاحب کا خطاب دے کر فرماتا ہے وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ۔

جس حالت میں ان اولوا العزم کو خوف اور حزن اور صاحب ہونے نے امام اور رسول اللہ اور نبی ہونے سے نہیں روکا اور مطعون نہیں کیا تو ابوبکر کو خلافت سے کیوں یہ امور مانع ہوئے اور کیوں مطعون کیا۔

اور یہ وہم اور خلاف واقع الزام کہ معاذ اللہ شیخین منافق تھے، یہ نہایت ہی غلط ہے۔ جس حالت میں وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے جانتے ہو اس وقت جناب کی کیا حالت تھی اور ایسی ابتدائی حالت میں ساتھ دینا کس بہادر اور محبّ کا کام ہے۔ اور پھر غور کرو اور سوچو اس نے اپنی خلافت کے وقت کفر کے کون سے مسئلہ کی اشاعت کی۔ اپنی قوت اور سطوت میں کفر کی رسوم میں کس کو پھیلایا۔ پھر کیا اپنی اولاد کو جانشین بنانے میں کوشش کی؟ اپنی قوم کے حقوق مقرر کئے؟ سنو اکثر صحابہ کو اگر منافق کہو گے یا کافر، معاذ اللہ، تو دین پہنچنے کا سلسلہ مفقود ہو جائے گا۔ کیونکہ بطور آپ کے صحابہ دو گروہ ہوں گے۔ ایک وہ جم غفیر اور سواد اعظم جو غاصبوں اور ظالموں اور منافقوں کا مجموعہ ہے اور ہمارے نزدیک اور فی الواقع جس کے سبب تمام عرب درست ہو گئے فارس اور شام اور روم اور مصر میں اور وہ بات پھیلی جس کی تصریح وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی میں تھی اور جس نے کفار ہی سے لڑائی کی۔ اور دوسرا وہ جو تقیہ کو فرض کہے۔ پہلے سلسلہ کی ہر ایک روایت اگر قابل عمل نہیں تو دوسرے کی ہر بات میں یہ شبہ ہے کہ شائد یہ بات بڑے گروہ کے خوف سے کہی یا اپنے مریدوں کے بھاگ جانے کا ڈر تھا اس لئے وہ بات کہی اور قرآن بزعم تمہارے خود بے ترتیب پھیلا۔ معاذ اللہ۔ دیکھو کیسی غلطی ہے۔

آپ نے اہل بیت کی مدح پر زور دیا ہے۔ بتاؤ تو سنّیوں میں کون ہے جو امیر علیہ السلام اور ان کی اولاد کو بزرگ نہیں جانتا۔ کیا ان کے مناقب ہماری حدیث کی کتابوں میں بہ بسط تمام موجود نہیں۔ اگر احادیث صحیحہ کو بیان کرتے تو کیا ان میں کمی تھی۔ نہیں نہیں۔ آیۃ تطہیر سے اس مضمون کی وہ تسکین کہاں جو آپ چاہتے ہیں۔

سنو سنو سنو۔ اہل بیت کا لفظ قرآن میں کل تین جگہ آیا ہے۔ اول بارھویں سپارہ میں۔ دیکھو سورہ ہود۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ دوم بیسویں سپارہ میں دیکھو سورہ قصص وَ حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓی اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ۔ اور بائیسویں سپارہ میں دیکھو سورہ احزاب۔ وَ قَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰی۔

ان تین جگہ کے سوا قرآن میں اہل بیت کا لفظ نہیں آیا۔ پہلی دو جگہ میں صریح بیبیاں باتفاق ما و شما اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور تیسری آیت کا ماقبل اور مابعد دیکھو اور انصاف کا خون نہ کرو تو بیبیوں ہی کو خطاب ہے۔ پھر آپ نے بیبیاں ہی اہل بیت سے نکال دیں۔

یاد رکھو کُم کا لفظ اہل کے لحاظ سے یا شمول کے لحاظ سے ہے۔ میرے ایک شیعہ جلیس نے ایک دفعہ جواب دیا کہ آیت میں ترتیب عثمانی نے یہ نقصان دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم ایسا برا عذر نہ کرو گے کیونکہ جیسا گزرا حدیث میں وہ بے اعتباری تھی۔ پھر اس صورت میں قرآن بھی قابل اعتبار نہیں رہتا۔ دوم عجم بھی گئے۔ گزرے زمانے میں ہزاروں حافظ ہیں اور میرے جیسے کم ذہن باہمہ کثرت شواغل سال میں یاد کر سکتے ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ عربوں نے جن کے حافظہ کو مورخ بالاتفاق مان چکے ہیں باہمہ فہم فصاحت و بلاغت قرآن کو تئیس برس میں یاد نہ کیا ہو۔ پھر ایسے وقت میں جب اسلام میں داخل ہونے والوں کو ابتدائی جوش تھا۔

پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی کہ شیعہ کے ہزاروں مصنف اور داعی اپنی تصانیف کو اپنے خیالات کو دنیا میں پھیلاویں اور قرآن جیسی ضروری چیز کو صاحب الزمان غار میں لے کر کالعدم کر دیں۔

پھر يُرِيْدُ کا لفظ آپ کے مطلب کو پورا نہیں ہونے دیتا۔ دیکھئے ان آیات کو يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ ۔ حالانکہ سب لوگ یُسر میں نہیں۔ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ اور سب تائب نہیں۔ اصل بات یہ کہ ارادہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک شرعی اور ایک کونی۔ ارادہ میں کسی چیز کا ارادہ ظاہر کرنے سے اس چیز کی پسندیدگی ثابت ہوتی ہے۔

اور آپ نے جو اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُم کی تفسیر فرمائی ہے وہ اس وقت تسلی بخش تھی اگر ظَنَّ

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر148

مکرم یاسین محمد شریف صاحب

تعارف اور جوانی تک کا سفر

مکرم یاسین محمد شریف صاحب لکھتے ہیں کہ:

میرا تعلق شام کے شہر ’’حلب‘‘ سے ہے۔اگرچہ ابتدا ہی سے میرے دل میں اسلامی علوم کی شدید محبت جاگزیں تھی لیکن میری طبیعت روایتی عقائد کی اتباع سے دور بھاگتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مَیں نے خود ہی فقہ کی کتب پڑھ کر وضو کرنے اور نماز وغیرہ پڑھنے کے طور طریقے سیکھے اور خود ہی قرآن کریم پڑھنے کی کوشش کی۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ انجینئرنگ انسٹیٹیوٹ میں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہی 1977ء میں مجھے قرآن کریم کی درست طور پر تلاوت کی توفیق ملی۔ مجھے گھر والوں کی طرف سے اپنی پسندیدہ راہ اختیار کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔مَیں نے دھاگہ بنانے کی ایک فیکٹری میں ملازمت کر لی، میری شادی بھی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نواز دیا۔

اخوان المسلمین سے صوفی ازم میں شمولیت

قرآن کریم کی محبت اور اسلامی علوم سے مجھے بہت لگاؤ تھا اور ان علوم کے حصول کا شوق بے انتہا تھا۔ مَیں نے ذاتی طور پر حصول علم کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ مجھے کسی استاد کی ضرورت ہے۔لہذا مَیں امام مسجد کے پاس گیا جس کے پیچھے میں نماز ادا کیا کرتا تھا اور اس کے سامنے اپنی عرضی پیش کی۔ یوں میرا اس کے ساتھ اچھا تعلق قائم ہوگیا اور مَیں اس سے قرآن کریم سیکھنے اور کتب لے کر پڑھنے لگا۔ مطالعہ کا شوق جب بڑھا تو مَیں نے کتب خریدنی شروع کر دیں اور اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی لائبریری بھی بنا لی۔ یہ امام مسجد اخوان المسلمین میں سے تھا اور اس کے زیر اثر مجھ پر بھی اسی طرز فکر کی چھاپ لگ گئی۔ ایک دفعہ یہ امام مختلف کتب لایا جن میں بعض صوفی ازم کے بارہ میں بھی تھیں۔ ان کے مطالعہ سے میرے دل ودماغ میں اخوان المسلمین کے طرز فکر کے خلاف خیالات پیدا ہونے شروع ہوگئے جن کی بنا پر مَیں نے اس امام سے بحث کرنا شروع کردی۔ گو اس نے مجھے چپ کرا دیا لیکن میرا دل صوفی ازم کی طرف ہی مائل رہا۔ اسی عرصہ میں مَیں نے امام غزالی کی کتاب ’’اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّین‘‘ کا مطالعہ کیا جس نے میرے اندر ایک انقلاب برپا کردیا۔مَیں نے تہجد پڑھنی شروع کر دی اور قرآن کریم کے متعدد حصے حفظ کر لئے۔قبل ازیں مَیں سیاست میں بھی بہت نمایاں طور پر حصہ لیتا تھا اس کو بھی چھوڑ چھاڑ کر صرف اور صرف اسلام سیکھنے، اس کے علوم حاصل کرنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے پر اپنی توجہ مرکوز کردی۔

امامِ وقت کی تلاش

مَیں نے امام غزالی کی کتاب ’اِحْیَاءُ عُلُوْمِ الدِّین‘‘ میں پڑھا تھا کہ امام کی تلاش اور اس کی بیعت فرضِ عین ہے۔یہی سوچ کر مَیں ’’حلب‘‘ شہر کے سب سے بڑے مولوی شیخ عبداللہ سراج الدین کے پاس جا پہنچا۔انہوں نے مجھے طریقۂ رفاعیہ کے بارہ میں بتایا اور بعض تعلیمات کی پابندی کی ہدایت کی لیکن میری بیعت نہ لی جس پر مجھے شدید صدمہ پہنچا۔ دوسرا صدمہ مجھے اس دن پہنچا جب مَیں نے تو اس شیخ کی تعلیمات کے مطابق شدید گرمی میں پیر والے دن روزہ رکھا ہوا تھا اور وہ میرے سامنے مسجد میں ہی کھا پی رہا تھا۔مَیں نے اس کے نائب سے اس بابت دریافت کرنا چاہا تو اس نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کرا دیا کہ حضرتِ شیخ پر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے۔اسی طرح تھوڑے عرصہ میں مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو وِرد انہوں نے مجھے مسلسل پڑھتے رہنے کا ارشاد فرمایا تھا وہ اسے خود کبھی بھی نہیں پڑھتے۔ چنانچہ مَیں نے یہ ورد کرنا بھی چھوڑ دیا کیونکہ تقرب الی اللہ کے میدان میں مجھے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ تضادات دیکھ کر اس طریق سے بھی میرا دل بھر گیا اور مَیں شاذلی طریقہ کے مولوی شیخ ندیم الشہابی کی جماعت سے جا ملا جس کی شاگردی میں دو سال گزارنے کے بعد مَیں نے اس سے پوچھا کہ مجھے شریعت اور طریقت کا تو علم ہو چکا ہے لیکن حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ آپ مجھے یہ سمجھا دیں۔اس مولوی کی رضامندی سے حقیقت کا علم سیکھنے کے لئے وقت مقرر ہوا اور جب ہم وقت مقررہ پر مسجد سے ملحق ایک کمرہ میں پہنچ گئے تو اس نے ایسا جواب دیا جس کی مجھے اس سے ہرگز توقع نہ تھی۔ اس نے کہا کہ مَیں اس کا اہل نہیں ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ میرے پاس یہ علم نہیں ہے۔ یہ کہتے ہی اس نے مجھے ایک اور مولوی شیخ بکری حیانی کے پاس بھیج دیا۔مَیں نے بڑی سفارشوں کے بعد اس سے وقت لیا۔سردیوں کی ایک بہت ہی ٹھنڈی شام کو نماز عشاء کے بعد جب مَیں وقت مقررہ پر پہنچا تو شیخ صاحب نے یہ کہتے ہوئے بات کرنے سے معذرت کر لی کہ وہ کسی کے ہاں رات کے کھانے پر مدعو ہیں۔ مولویوں کے ان تصرفات کو دیکھ کر میرا دماغ چکرا گیا۔ بالآخر میرا رابطہ احمد کرنو نامی ایک شخص سے ہوا جس نے مجھے کہا کہ وہ حقیقت کے بارہ میں جانتا ہے اور مجھے یہ علم دے گا۔ اس نے حقیقت کی شرح شروع کی اور نہ جانے کیا کیا بیان کیا۔ یہ مضمون میری سمجھ سے باہر تھا۔ بلکہ جو سمجھ آیا اس کے بارہ میں بھی شکوک وشبہات پیدا ہورہے تھے۔اس صورت حال کو دیکھ کر میری ہمت جواب دے گئی اور مَیں اندر سے ٹوٹ گیا۔ مجھے سخت صدمہ لاحق ہوا اور مَیں ڈبڈباتی آنکھوں اور ڈوبتے دل کے ساتھ خود سے ہی سوال کرنے لگ گیا کہ کیا یہی وہ حقیقت ہے جس کو سمجھنے کے لئے مَیں نے دس سال تک دردر کی خاک چھانی۔ پھر مجھے گمان ہوا کہ اگر واقعتًا میرے ہی فہم کا قصور نکلا اور اگر یہی حقیقت ہوئی تو اس کو قبول نہ کر کے کہیں میری زندگی ہی تباہ نہ ہوجائے۔ چنانچہ مَیں نے انہی دنوں میں ایک نور دیکھا جو دو سال تک مجھے نظر آتا رہا۔اور مَیں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ مَیں صدق دل سے خدا تعالیٰ کے راستہ کی تلاش میں ہوں تو وہ میری ضرور راہنمائی فرمائے گا۔

{مکرم یاسین شریف صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ لاتعداد مولویوں کے ساتھ اپنے سفر کی داستان رقم کی ہے جسے ہم نے قدرے اختصار کے ساتھ یہاں درج کیا ہے تاکہ احمدی قارئین کرام کو اس نعمت کا اندازہ ہو سکے جو انہیں مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے نصیب ہوئی ہے۔ اس نعمت نے ہمیں ایسے جھنجھٹوں اور دردر کی ٹھوکروں سے بچا لیا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک}

فطری فہم کے بعض منطقی نتائج

مکرم یاسین شریف صاحب کہتے ہیں کہ:

چند امور کے بارہ میں مطالعہ اور بحث ومباحثات کی بنا پر مَیں ایک خاص نتیجہ پر پہنچ چکا تھا جو یہ ہیں:

1۔ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر پہلے بشر نہ تھے بلکہ آپ سے قبل کئی آدم گزر چکے ہیں۔

2۔ جنت اور دوزخ اس زمین پر بھی ملتی ہے اور اس وقت ایسے لوگ موجود ہیں جو جنتِ ارضی میں ہیں اور ایسے بھی ہیں جو اسی دنیا میں جہنم کا عذاب برداشت کر رہے ہیں۔

3۔ اسراء و معراج روحانی تھا اور جسمانی ہرگز نہ تھا۔

اس آخری امر کے موافق رائے مجھے کہیں نہ ملی۔ ہاں ایک کتاب زاد المعاد میں یہ مذکور تھی لیکن چونکہ اس کا مؤلف ابن تیمیہ کا شاگرد تھا اس لئے مجھے اس سے نفرت تھی۔

{یہاں وضاحت کے لئے عرض ہے کہ ابن تیمیہ نے اپنے زمانے میں فلسفیوں اور متکلمین کا ردّ کیا اور ایسے لوگوں کے لئے جو دین اور عقل میں تضاد ثابت کر رہے تھے ثابت کیا کہ دین اور عقل اور علوم میں باہم کوئی تضاد نہیں۔اس سلسلہ میں ان کی ایک کتاب ’’درء تعارض العقل والنقل‘‘ کافی مشہور ہے۔ اسی طرح جھوٹے صوفیوں کا بھی رد کیا اور ’’الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان‘‘ نامی کتاب لکھی۔ نیز دین اسلام میں شامل کی جانے والی بدعات کا سختی سے قلع قمع کیا اور اسی نہج کو وہابیوں نے تشددانہ انداز میں اپنا کر قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی دعا کرنے کو شرک سے تعبیر کیا اور کئی امور کے بارہ میں ابن تیمیہ کی رائے پر مزید متشددانہ طریق اختیار کرتے ہوئے اٹک کے رہ گئے۔ زاد المعاد کا مؤلف ابن القیم الجوزیۃ چونکہ ابن تیمیہ کا شاگرد تھا اس لئے اس کی کتب بھی وہابیوں کے مراجع ومصادر میں شامل ہیں۔ وہابی طرز فکر کے مخالفین وہابیوں کے ساتھ ساتھ ابن تیمیہ اور ان کے اس شاگرد کو بھی اپنی عداوت کا نشانہ بناتے ہیں حالانکہ بدعت کا قلع قمع کرنے کے لئے ابتدا میں بہت سختی سے اقدامات کرنے پڑتے ہیں اور ایسا ہی ابن تیمیہ نے کیا لیکن وہابیوں کا ان اقدامات کو لے کر مزید متشددانہ طریق پر پیش کرنا ابن تیمیہ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرتیں پیدا کرنے کا موجب ٹھہرا ہے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ’’کتاب البریہ‘‘ میں ابن تیمیہ اور ابن القیم کو اپنے اپنے وقت کے فاضل ومحدث ومفسر اور امام لکھا ہے۔}

علماء کی حالت نے متنفر کردیا

مکرم یاسین شریف صاحب کہتے ہیں کہ:

مختلف بڑے علماء کے دروازوں پر گھنٹوں گزارنے اور آستانوں وخانقاہوں کے چکر لگانے کے بعد مَیں مایوس ہوکر عزلت پسندی کی طرف مائل ہوگیا۔ایک مسجد کی امامت میرے سپرد تھی جسے چھوڑ دیا، داڑھی بھی منڈوا دی اور مولویوں والا لباس بھی چھوڑ کر پتلون شرٹ پہننی شروع کردی اور گھر میں ہی گوشہ نشین ہوگیا۔قبل ازیں مَیں نے قرآن کریم کی ستّر کے قریب سورتیں حفظ کی تھیں لیکن اب میری حالت یہ ہوگئی کہ اس کی بجائے گانے سننے لگا تھا۔قبل ازیں مَیں ٹی وی دیکھنے اور ڈش لگوانے کے خلاف تھا لیکن اب حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ مَیں نے ڈش بھی خرید لی اور سارا دن بیٹھا ٹی وی چینلز دیکھتا رہتا۔

جماعت سے تعارف

یہ 1997ء کی بات ہے کہ ایک چینل پر ایک شخص میری توجہ کا مرکز بنا۔یہ شخص نہایت مطمئن، باوقار اور بارعب شخصیت کا مالک تھا۔ جب مَیں نے دیکھا تو وہ بچوں کی کوئی تعلیمی کلاس لے رہا تھا۔گومَیں مولویوں سے اس قدر متنفر ہوگیا تھا کہ ان کی صورت تک دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا لیکن ٹی وی پر اس شخص کو دیکھ کر میرا دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا اور اس کی شخصیت میرے دل ودماغ پر حاوی ہوتی گئی۔مَیں اس چینل کو دیکھنے لگا۔ یہ ایم ٹی اے تھا اور بچوں کی کلاس لینے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تھے۔مَیں نے اس چینل پر مرزا غلام احمد کا نام پڑھا اور تصویر دیکھی تو کئی دوست احباب سے پوچھا کہ کیا وہ اس شخص کو جانتے ہیں؟ لیکن سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ مسلسل اس چینل کو دیکھنے کے نتیجہ میں مجھے اتنا علم ہوگیا کہ یہ شخص امام مہدی ہونے کا دعویدار ہے اور اس کی جماعت کا یہ چینل ہے۔ ابھی مَیں نے اس چینل کے بارہ میں کسی قسم کا فیصلہ نہ کیا تھا کہ یہ چینل غائب ہوگیا۔ چند سال مَیں نے اسی ڈگر پر چلتے ہوئے گزار دیئے۔ لیکن لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود اس چینل کی محبت میرے دل میں باقی رہی حتی کہ 2006ء کا سال آگیا جس کے آخر پر مَیں نے ڈیجیٹل ڈش خریدی اور عیسوی سال کے اختتام کی مناسبت سے میرے دل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارہ میں جاننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میرا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارہ میں درست معلومات کا حصول تھا کیونکہ اس بارہ میں جو کچھ مَیں نے تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی، تفسیر جلالین اور تفسیر فی ظلال القرآن اور بعض عصر حاضر کے علماء کی تفاسیر میں پڑھا تھا وہ کسی طور مطمئن کرنے والا نہ تھا۔اس سلسلہ میں میری کئی ماہ کی جستجو بھی کچھ ثمر نہ لائی حتی کہ میرے لئے 22/اپریل

2007ء کا وہ یومِ سعد آ گیا جب مجھے اچانک ایم ٹی اے دوبارہ مل گیا جس پر احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا جملہ سن کر میرا شغف اور بڑھ گیا۔ مَیں نے اس چینل کو دیکھنا شروع کیا اور پھر یوں ہوا کہ سب چینل چھوڑ کر مَیں اسی چینل کا ہی ہو کر رہ گیا۔ صبح سے شام تک بعض اوقات مسلسل 17 گھنٹوں تک میں اس چینل کی نشریات سے مستفید ہوتا رہا۔ دجال، یاجوج و ماجوج اور وفات عیسیٰ کے بارہ میں جو کچھ مَیں نے سنا میرے لئے نیا لیکن نہایت اطمینان بخش تھا۔ یہ سن کر میرے دل میں اسلام کی تعلیمات کی محبت اور ان پر عمل کرنے کی شمع دوبارہ روشن ہوگئی۔ الغرض تین ماہ تک مسلسل ایم۔ٹی۔اے اَلْعَرَبِیہ کی نشریات دیکھنے کے بعد میری یادداشت میں اٹکنے والے بے شمار سوال اور تضادات دوبارہ پردۂ ذہن پر ظاہر ہوتے اور ایم ٹی اے پر تسلی بخش جواب پا کر انشراح صدر کا باعث بنتے رہے۔ حتیٰ کہ میرے ان تمام سوالوں کا جواب ملنے لگا جو میرے لئے معمہ بن کے رہ گئے تھے اور تمام عقدے کھل گئے۔ اور مجھے ایسے لگا جیسے مجھے ایک نئی روحانی زندگی نصیب ہوئی ہے۔ اس کے باوجود مَیں نے سب کچھ آنکھیں بند کر کے قبول نہ کیا بلکہ جب بھی کسی تفسیر یا اسلامی کتاب کے حوالہ کا ذکر ہوتا تو مَیں فوراً اپنی لائبریری سے وہ کتاب لے کر چیک کرتا اور ہر بار اس کتاب میں وہ حوالہ پا کر میری حیرت دوچند ہو جاتی اور میرے منہ سے بے اختیار ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَر کے الفاظ نکلتے۔ مَیں سوچتا کہ یہ جماعت آج تک کہاں تھی؟ مَیں نے اس کے بارہ میں آج تک ان بڑے بڑے مولویوں سے بھی کیوں نہ سنا جن کے گھروں اور مساجد کے چکر لگاتے لگاتے میری جوتیاں گھِس گئی تھیں؟

اسراء و معراج کے بارہ میں عقدہ کشائی

میرے تقریباً تمام سوالوں کا جواب مجھے مل گیا تھا لیکن ابھی تک مَیں نے ایم ٹی اے پر اسراء و معراج کے بارہ میں نہیں سنا تھا۔ پھر ایک دن میری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی اور مَیں نے دیکھا کہ ایک پروگرام میں مصطفیٰ ثابت صاحب مرحوم، طٰہٰ قزق صاحب مرحوم، حسین قزق صاحب، محمد شریف صاحب اور ہانی طاہر صاحب اسراء و معراج کے موضوع پر بات کر رہے تھے۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ موضوع میرے نزدیک بہت اہم ہے اور اسی پر اس جماعت کا امتحان ہوگا۔ اگر انہوں نے بھی دیگر فرقوں کی طرح کہا کہ معراج روحانی اور جسمانی دونوں طرح ہوا تھا تو پھر میری اس آخری امید پر بھی پانی پھر جائے گا اور پھر مَیں تمام فرقوں اور جماعتوں سے الگ ہو کر زندگی گزار دوں گا اور سمجھوں گا کہ یہی میرا مقدر ہے۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مکرم حسین قزق صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مادی جسم کے ساتھ اس نور کی طرف کس طرح جا سکتے ہیں؟ یہ کلام سنتے ہی میرے جسم پر ایک لرزہ طاری ہو گیا اور آنکھوں کی دہلیز پر مدتوں سے رُکے ہوئے آنسوؤں کو رہائی ملی تو جل تھل ہو گیا۔ یہ بات سنتے ہی قبولِ حق کے لئے مجھے انشراح صدر ہو گیا اور خدا کی حمد و ثنا سے معمور سجدوں کے لئے میری جبین بے تاب ہوگئی۔ مَیں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے حق کی سچی جستجو کو ضائع نہیں ہونے دیا بلکہ باثمر کر کے دکھا دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اب میری پہلی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح اس جماعت سے رابطہ ہو۔ چنانچہ مَیں نے اپنے بچوں کی مدد سے جماعت کی ویب سائٹ کھولی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ علوم کا سمندر میرے سامنے تھا۔ ہماری حالت صدیوں کے بھوکے پیاسے کی سی تھی جس کے سامنے اچانک خوانِ لذیذ رکھ دیا جائے تو وہ حیران ہو جاتا ہے کہ کہاں سے شروع کرے۔ ہماری بھی حالت کچھ ایسی ہی تھی کہ ویب سائٹ پر کچھ حصے مَیں پڑھ رہا تھا اور کچھ میرے بچے۔ حتیٰ کہ مَیں نے جنت اور دوزخ اور نعمائے جنت وغیرہ کے بارہ میں مضمون پڑھا تو اپنے بچوں کو کہا کہ یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔

بیعت سے پہلے رؤیا

اُن دنوں میں جبکہ مَیں بیعت کے لئے تیاری کر رہا تھا رؤیا میں چار احمدیوں کو دیکھا جنہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور ان کے چہرے منور تھے۔ مَیں انہیں کہا: تم ماشاء اللہ کس قدر نورانی چہروں والے ہو۔ انہوں نے مسکراتے چہروں کے ساتھ مجھے کہا: تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو۔ مَیں نے ان میں سے ایک کو الگ لے جا کر پوچھا کہ کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ہو؟ تو اس نے جواب دیا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ذرہ برابر بھی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ وہ ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ ہمارے پاس سے حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گزرے۔ مَیں نے حضور کو دیکھ کر اور اس شخص کی بات سن کر پورے جوش سے خواب میں کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر مَیں اب احمدی ہوں۔ اور اسی پر ہی میری آنکھ کھل گئی۔ یہ ایک نہایت واضح رؤیا تھا جس کے بعد مَیں نے اپنی بیعت ارسال کر دی، ہاں وہی بیعت جس کے لئے مَیں تیس سال سے سرگرداں تھا۔

میری بیعت کے بعد میرے بڑے بیٹے نے بھی اور اب اس سال میری بیٹیوں اور بیوی نے بھی بیعت کر لی ہے۔ الحمد للہ۔

بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے مبشر خواب دکھائے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت اور صحبت کی لذت سے آشنائی بخشی۔ فالحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

(باقی آئندہ)

جلسہ سالانہ ٹوگو 2011ء کا انعقاد

مختلف موضوعات پر علمی و تربیتی تقاریر۔ 70 جماعتوں سے نمائندگان کی شمولیت

اخبارات اور ٹی وی پر جلسہ کی تشہیر

(رپورٹ: عرفان احمد ظفر مبلغ انچارج ٹوگو)

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ٹوگو کو مؤرخہ 29 و 30 اپریل 2011ء کو اپنا پانچواں جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جلسہ ہیڈ کوارٹر سے سو کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ایک شہر نوچے میں منعقد کیا گیا اور اس کے لئے ایک فٹ بال گراؤنڈ کو حاصل کیا گیا تھا۔ امسال جلسہ میں تمام تقاریر قرآن مجید کے بارہ میں تیار کی گئی تھیں اور جلسہ کا موضوع تھا: قرآن کائنات کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

جلسہ کا باقاعدہ آغاز جمعۃ المبارک کی صبح پونے دس بجے لوائے احمدیت لہرانے کی تقریب سے ہوا۔ اس سیشن کی صدارت خاکسار نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد سب سے پہلی تقریر لوکل معلم مامابیلو صاحب نے ''قرآن مجید ایک مکمل کتاب ہے'' کے موضوع پر کی۔ خاکسار نے سیشن کے آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔

دوپہر بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ سنا گیا۔ ایک بجے مقامی طور پر نماز جمعہ کا آغاز ہوا۔ خطبہ مکرم عمر معاذ صاحب صدر جماعت مالی نے دیا جس میں قرآن کریم کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کو بیان کیا گیا۔

دوسرے سیشن کا آغاز ساڑھے تین بجے ہوا جس کی صدارت مکرم رانا فاروق احمد صاحب امیر جماعت بینن نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم آدم احمد صاحب لوکل معلم نے ''قرآن مجید کی اہمیت اور برکات'' کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد دوسری تقریر مکرم عبدالوحید صاحب لوکل معلم کی بعنوان ''قرآن کی رو سے جہاد کی حقیقت'' تھی۔ نماز مغرب و عشاء کے بعد مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا گیا جس میں لوکل زبانوں میں لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے گئے۔

دوسرے دن کا آغاز نماز تہجد سے کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد ''قرآن مجید کی روشنی میں تعدد ازدواج کی اصل حقیقت'' پر درس دیا گیا۔

صبح نو بجے آخری سیشن کا آغاز ہوا جس کی صدارت مکرم عمر معاذ صاحب صدر جماعت مالی نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد پہلی تقریر ''حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد۔ قرآن کی رُو سے'' کے موضوع پر ہوئی جو مکرم حبیب اللہ صاحب لوکل معلم نے کی۔ دوسری تقریر مکرم کریم امین صاحب نے قرآن کی رو سے ''انفاق فی سبیل اللہ'' پر کی۔

اس کے بعد چند نومبائعین نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات سنائے اور تمام نومبائعین نے خاص طور پر اس بات پر زور دیا کہ جو راستہ آپ نے چنا ہے وہ بالکل سیدھا راستہ ہے اور اس کو کبھی نہیں چھوڑنا۔ آخر پر صدر صاحب نے جماعت کی ترقیات کے حوالہ سے لوگوں کو واقعات سنائے اور سیشن کے اختتام پر نظم ''اِنّی مَعَکَ یَا مسرور'' سنائی جس نے جلسہ میں ایک اَور ہی سماں پیدا کر دیا اور لوگوں نے اپنے بے پناہ جذبات کے ساتھ خلافت کے ساتھ اطاعت اور محبت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد اختتامی دعا ہوئی جس کے ساتھ ہی یہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

امسال جلسہ میں سترّ جماعتوں سے کُل 566 افراد نے شرکت کی جس میں کافی تعداد نومبائعین کی بھی شامل ہوئی۔ امسال نیشنل ٹی وی (TVT) اور ایک پرائیویٹ سیٹلائٹ ٹی وی (LCF) نے جلسہ کے پروگرام کو دکھایا۔ اس کے علاوہ چار مقامی اخبارات میں تصاویر کے ساتھ جلسہ کی رپورٹ شائع کی گئی۔ جلسہ میں مقامی پولیس کمشنر، بریگیڈ کمشنر، شہر کے چیف، لومے یونیورسٹی کی طلباء تنظیم کے صدر اور ایک انگلینڈ کی صحافی نے شرکت کی۔

امسال جلسہ میں بینن، مالی، جرمنی، غانا اور انگلینڈ سے وفود نے بھی شرکت کی۔

زیمبیا کی مقامی لائبریری اور یونیورسٹی لائبریری میں جماعتی لٹریچر پر مشتمل بکسٹال

(رپورٹ: محمد جاوید مبلغ سلسلہ زیمبیا)

ماہ مارچ 2011ء میں اللہ کے فضل و کرم سے دو بُک سٹالز لگائے گئے۔

پہلا بُک سٹال 2 اور 3 مارچ بروز بدھ و جمعرات دو دن کے لئے زیمبیا کی مرکزی لائبریری 'سٹی لائبریری' میں مرکزی مبلغ اور دو لوکل معلّمین کے تعاون سے لگایا گیا۔ ان دو دنوں میں 37 مرد و زن نے ہمارے سٹال سے جماعتی پمفلٹس حاصل کئے۔ ایک سو سے زائد مرد و زن نے بُک سٹال کو وزٹ کیا۔

دوسرا بُک سٹال زیمبیا کی یونیورسٹی کی لائبریری میں تین دن (7 مارچ تا 9 مارچ) لگایا گیا۔ اس دوران ساڑھے چار سو سے زائد طلبہ و پروفیسرز کو مفت جماعتی پمفلٹس دیئے گئے نیز ڈیڑھ صد سے زائد افراد کو جماعتی تعارف اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے افریقن ممالک کے دورہ جات پر مبنی CDs دی گئیں۔ 2500 سے زائد پمفلٹس کی کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن کریم انگریزی ترجمہ کے چار نسخے لوگوں نے خرید کئے۔ نیز کئی دیگر کتب خریدی گئیں جن سے مجموعی طور پر ساڑھے تین لاکھ زیمبین کواچے کی آمدنی ہوئی جو $75 کے برابر ہے۔ ایک سو سے زائد طلبہ و پروفیسرز نے بُک سٹال کو وزٹ کیا۔

قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرماتے ہوئے تبلیغ کے نئے راستے کھولے اور کثرت سے لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہوں۔ آمین

قائم شدہ 1952
خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ربوہ
ریلوے روڈ 6214750 6214760
اقصیٰ روڈ 6212515 6215455
پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران
Mobile: 0300-7703500

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، غلامِ صادق، امام الزمان اور آپؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح ومہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد بھیج کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اور شکر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادہ کے اقوال، ارشادات اور تحریرات کو پڑھ کر غور کریں اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔

آپ علیہ السلام نے بے شمار کتب اسلام کی خوبصورت تعلیم اور قرآنِ کریم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائیں۔ اسلام کی بالا دستی اور برتری دنیا پر ثابت کی۔ لیکن آپ کی بہت سی مجالس ایسی بھی ہیں جو صحابہ کے ساتھ لگتی تھیں۔ جن میں آپ کے صحابہ اس صحبت سے فیض پاتے تھے۔ ان مجالس کو اس زمانہ میں جماعت کے اخباروں نے محفوظ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی ہی مجالس میں نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں آپ کی چند نصائح کا پُر اثر تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 20 مئی 2011ء بمطابق 29 رشہادت 1390 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، غلامِ صادق، امام الزمان اور آپؐ کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح ومہدی کو اللہ تعالیٰ نے ایک لمبے اندھیرے زمانے کے بعد بھیج کر ہم پر جو احسان کیا ہے اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں کم ہے۔ اور شکر کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادہ کے اقوال، ارشادات اور تحریرات کو پڑھ کر غور کریں اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو یہ فرمایا ہے کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبۃ: 119)۔ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقین کی صحبت سے فیض پاؤ۔ اس کے سب سے خوبصورت نظارے تو ہمیں اُس وقت ملتے ہیں جب صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے فیض پاتے ہوئے آپ کی مجالس اور صحبت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پہنچائے۔ آپؐ کی مجالس کے تذکرے سنائے۔ آپؐ کی نصائح ہم تک پہنچائیں، پھر یہ دوسرا زمانہ ہے جس میں آپؐ کے غلامِ صادق کا ظہور ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اسلام کی خوبصورت تعلیم اور قرآنِ کریم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بے شمار کتب تحریر فرمائیں۔ اسلام کی بالا دستی اور برتری دنیا پر ثابت کی۔ لیکن آپ کی بہت سی مجالس ایسی بھی ہیں جو صحابہ کے ساتھ لگتی تھیں۔ بعض چھوٹی، بعض بڑی اور بعض جلسوں کی تقاریر کی صورت میں ایسی بھی ہیں جو ان کتب میں نہیں ہیں، جن میں آپ کے صحابہ اس صحبت سے فیض پاتے تھے جو اس زمانے کے صادق اور غلامِ صادق کے وجود سے برکت یافتہ تھی۔ ان مجالس کو اُس زمانے میں جماعت کے اخباروں نے محفوظ کیا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے امام الزمان کی مجالس سے فیض پایا اور صحبتِ صادقین کے قرآنی حکم پر عمل پیرا ہوئے۔ ہم اُس مجلس میں بیٹھنے والوں اور مختلف قسم کے سوال کرنے والوں اور پھر اُن پُرحکمت باتوں کو محفوظ کرنے والوں کے بھی شکرگزار ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے آج سو سال گزرنے کے بعد بھی ہم ان باتوں کو پڑھ اور سُن سکتے ہیں۔ اور اِن کو سُن کر، پڑھ کر چشمِ تصور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلامِ صادق کی مجلس میں اپنے آپ کو بیٹھا ہوا محسوس کر سکتے ہیں۔

آج مَیں نے ایسی ہی مجالس میں سے نماز، دعا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے ضمن میں آپ نے جو نصائح فرمائیں اُن میں سے چند ارشادات کو، چند نصائح کو لیا ہے۔

1907ء کے جلسے کی اپنی ایک تقریر میں جو ایک لمبی تقریر ہے، ایک جگہ دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’یاد رکھو کہ یہ جو خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ابتداء بھی دعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دعا پر ہی کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے۔ اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے۔ اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ جب تک خدا کا فیض حاصل نہیں ہوتا تب تک دنیا کی محبت کا طوق گلے کا ہار رہتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 62۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

یہ جو دنیا کی محبت کا پھندا پڑا ہوا ہے یہ گلے میں پڑا رہتا ہے۔ وہی اس سے خلاصی پاتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کا فیض بھی دعا سے ہی شروع ہوتا ہے۔ اگر فضل حاصل کرنا ہے تو اس کے لئے بھی دعا مانگو۔

پھر نماز میں وساوس کو دور کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ:

’’یہ کیا دعا ہے کہ مُنہ سے تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ: 6) کہتے رہے اور دل میں خیال رہا کہ فلاں سودا اس طرح کرنا ہے۔ فلاں چیز رہ گئی ہے۔ یہ کام یوں چاہئے تھا۔ اگر اس طرح ہو جائے تو پھر یوں کریں گے۔ یہ تو صرف عمر کا ضائع کرنا ہے۔ جب تک انسان کتاب اللہ کو مقدم نہیں کرتا اور اسی کے مطابق عمل درآمد نہیں کرتا تب تک اُس کی نمازیں محض وقت کا ضائع کرنا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 62-63۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء) اس کے لئے پھر وہی آپ نے بتایا کہ دعا کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے وہ کسی مسجد میں گئے۔ وہاں کا جو امام الصلوٰۃ تھا وہ نماز پڑھاتے ہوئے اپنے کاروبار کے متعلق سوچ رہا تھا کہ مَیں یہ مال امرتسر سے خرید لوں گا، پھر دہلی لے کر جاؤں گا۔ وہاں سے اتنا منافع کماؤں گا۔ پھر اس کو کلکتہ لے جاؤں گا وہاں سے اتنا منافع ہو گا۔ پھر آگے چلوں گا۔ تو وہ بزرگ جو پیچھے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے نماز توڑ دی اور علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ کشفی طور پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے اُس کے امام کے دل کی حالت بتا دی۔ بعد میں مقتدیوں نے شکایت کی مولوی صاحب! اس نے آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، توڑ دی تھی۔ بڑے غصّہ میں انہوں نے پوچھا کہ بتاؤ کیا وجہ ہے؟ تم نے کیوں نماز توڑی؟ تمہیں پتہ ہے یہ کتنا گناہ ہے۔ اُس نے کہا مولوی صاحب! مَیں کمزور بوڑھا آدمی ہوں۔ آپ نے سفر شروع کیا امرتسر سے اور کلکتہ پہنچ گئے، ابھی آپ نے بخارا تک جانا تھا۔ مَیں اتنی دور آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ تو بعض دفعہ نماز پڑھانے والوں کا بھی یہ حال ہوتا ہے۔

پھر 1906ء کی ایک تقریر میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ سوزش اور فرقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدارادوں اور بُرے جذبات کو اندر سے دور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیضِ عام کے ماتحت پیدا کر دے‘‘۔ فرمایا ’’صلوٰۃ کا لفظ اس امر پر

دلالت کرتا ہے کہ نِرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقّت اور دردساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔ دعا مانگنا ایک مشکل امر ہے اور لوگ اس کی حقیقت سے محض ناواقف ہیں۔ بہت سے لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں وقت فلاں امر کے لئے دعا کی تھی مگر اس کا اثر نہ ہوا اور اس طرح پر وہ خدا تعالیٰ سے بدظنّی کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ جب تک دعا کے لوازم ساتھ نہ ہوں وہ دعا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ دعا کے لوازم میں سے یہ ہے کہ دل پگھل جاوے اور روح پانی کی طرح حضرتِ احدیت کے آستانہ پر گرے اور ایک کرب اور اضطراب اس میں پیدا ہو اور ساتھ ہی انسان بے صبر اور جلد باز نہ ہو بلکہ صبر اور استقامت کے ساتھ دعا میں لگا رہے۔ پھر توقع کی جاتی ہے کہ وہ دعا قبول ہوگی''۔ فرمایا ''نماز بڑی اعلیٰ درجہ کی دعا ہے مگر افسوس لوگ اس کی قدر نہیں جانتے اور اس کی حقیقت صرف اتنی ہی سمجھتے ہیں کہ رسمی طور پر قیام، رکوع، سجود کرلیا اور چند فقرے طوطے کی طرح رٹ لئے، خواہ اُسے سمجھیں یا نہ سمجھیں''۔ فرمایا کہ ''...... یاد رکھو کہ ہمیں اور ہر ایک طالبِ حق کو نماز ایسی نعمت کے ہوتے ہوئے'' (یعنی نماز جیسی نعمت کے ہوتے ہوئے) ''کسی اور بدعت کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی تکلیف یا ابتلا کو دیکھتے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے اور ہمارا اپنا اور اُن راستبازوں کا جو پہلے ہو گزرے ہیں ان سب کا تجربہ ہے کہ نماز سے بڑھ کر خدا کی طرف لے جانے والی کوئی چیز نہیں۔ جب انسان قیام کرتا ہے تو وہ ایک ادب کا طریق اختیار کرتا ہے۔ ایک غلام جب اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ہمیشہ دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رکوع بھی ادب ہے جو قیام سے بڑھ کر ہے اور سجدہ ادب کا انتہائی مقام ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو فنا کی حالت میں ڈال دیتا ہے اُس وقت سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ افسوس اُن نادانوں اور دنیا پرستوں پر جو نماز کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور رکوع سجود پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ تو کمال درجہ کی خوبی کی باتیں ہیں۔...... جب تک انسان اُس عالم میں سے حصہ نہ لے جس سے نماز اپنی حد تک پہنچتی ہے تب تک انسان کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ مگر جس شخص کا یقین خدا پر نہیں وہ نماز پر کس طرح یقین کر سکتا ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9صفحہ 109-111۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ نے فرمایا ''پس مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے۔ اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت اُس کے بالمقابل مجسّم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اُٹھ کر، سردی میں وضو کر کے، خوابِ راحت چھوڑ کر اور کئی قسم کی آسائشوں کو چھوڑ کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اُسے بیزاری ہے۔ وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذّت اور راحت سے جو نماز میں ہے اُس کو اطلاع نہیں ہے۔ پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو''۔ (ملفوظات جلد نمبر 9صفحہ 7۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1906ء کی ایک مجلس میں آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''دعا کے معاملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوب مثال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی تھا جو کسی کا انصاف نہ کرتا تھا اور رات دن اپنی عیش میں مصروف رہتا تھا۔ ایک عورت جس کا ایک مقدمہ تھا وہ ہر وقت اُس کے دروازے پر آتی اور اُس سے انصاف چاہتی۔ وہ برابر ایسا کرتی رہتی یہاں تک کہ قاضی تنگ آ گیا اور اُس نے بالآخر اس کا مقدمہ فیصلہ کیا اور اُس کا انصاف اُسے دیا''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''دیکھو کیا تمہارا خدا قاضی جیسا بھی نہیں کہ وہ تمہاری دعا سنے اور تمہیں تمہاری مراد عطا کرے۔ ثابت قدمی کے ساتھ دعا میں مصروف رہنا چاہئے۔ قبولیت کا وقت بھی ضرور آ ہی جائے گا۔ استقامت شرط ہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9صفحہ 41۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک جگہ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ دیکھو: ''نماز کو رسم اور عادت کے رنگ میں پڑھنا مفید نہیں بلکہ ایسے نمازیوں پر تو خود خدا تعالیٰ نے لعنت اور وَیل بھیجا ہے چہ جائیکہ اُن کی نماز کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ (الماعون:5) خود خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یہ اُن نمازیوں کے حق میں ہے جو نماز کی حقیقت سے اور اُس کے مطالب سے بے خبر ہیں۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) تو خود عربی زبان رکھتے تھے اور اُس کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے مگر ہمارے واسطے یہ ضروری ہے کہ اس کے معانی سمجھیں اور اپنی نماز میں اس طرح حلاوت پیدا کریں۔ مگر اِن لوگوں نے تو ایسا سمجھ لیا ہے جیسے کہ دوسرا نبی آ گیا ہے اور اس نے گویا نماز کو منسوخ ہی کر دیا ہے''۔ (یعنی بجائے اس کے کہ نماز کو سمجھیں، صرف رسمی چیزیں رہ گئی ہیں اور نماز کو اب اس طرح بنا لیا ہے جیسا کہ حکم ہی نئے آ گئے ہیں اور کسی نئے نبی نے حکم دے دیئے ہیں)۔ فرمایا: ''دیکھو! خدا تعالیٰ کا اس میں فائدہ نہیں، بلکہ خود انسان ہی کا اس میں بھلا ہے کہ اُس کو خدا تعالیٰ کی حضوری کا موقعہ دیا جاتا ہے اور عرض معروض کرنے کی عزّت عطا کی جاتی ہے جس سے یہ بہت سی مشکلات سے نجات پا سکتا ہے۔

مَیں حیران ہوں کہ وہ لوگ کیونکر زندگی بسر کرتے ہیں جن کا دن بھی گزر جاتا ہے اور رات بھی گزر جاتی ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اُن کا کوئی خدا بھی ہے۔ یاد رکھو کہ ایسا انسان آج بھی ہلاک ہوا اور کل بھی''۔ فرمایا: ''مَیں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں کاش لوگوں کے دل میں پڑ جاوے۔ دیکھو عمر گزری جا رہی ہے۔ غفلت کو چھوڑ دو اور تضرع اختیار کرو۔ اکیلے ہو ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 10صفحہ 412-413۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

مارچ 1907ء کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو وہاں دو احباب کی آپس کی ناراضگی کا ذکر ہوا کہ اُن میں ناراضگی ہو گئی ہے۔ اِس بارہ میں بھی آپ نے مختلف نصائح اُس مجلس میں فرمائیں اور پھر یہ بھی فرمایا کہ: ''جب تک سینہ صاف نہ ہو، دعا قبول نہیں ہوتی۔ اگر کسی دنیوی معاملہ میں ایک شخص کے ساتھ بھی تیرے سینہ میں بغض ہے تو تیری دعا قبول نہیں ہو سکتی''۔ فرمایا کہ یہ جو آپس میں لڑائیاں اور رنجشیں اور جھوٹی اَناؤں کی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراضگیاں ہیں اِن کو چھوڑ دو اور دلوں کے بغض اور کینے نکال دو۔ کیونکہ اگر سینے میں یہ بُغض اور کینے ہیں تو فرمایا تیری دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ ''اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھنا چاہئے اور دنیوی معاملہ کے سبب کبھی کسی کے ساتھ بُغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اور دنیا اور اُس کا اسباب کیا ہستی رکھتا ہے کہ اس کی خاطر تم کسی سے عداوت رکھو''۔

(ملفوظات جلد نمبر 9صفحہ 217-218۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

آپ صبح سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ بعض احباب بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ کسی نہ کسی موضوع پر گفتگو ہو رہی ہوتی تھی۔ 1908ء کی ایک صبح کی سیر کا ذکر ہے۔ یہ لمبی گفتگو تھی اس کا ایک حصہ مَیں نے لیا ہے فرمایا ''بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک کان سے سنتے ہیں دوسری طرف نکال دیتے ہیں۔ ان باتوں کو دل میں نہیں اتارتے۔ چاہے جتنی نصیحت کرو مگر اُن کو اثر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اُس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (سورۃ النمل آیت :63)''۔ (ملفوظات جلد نمبر 10صفحہ 137۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

(کہ کون کسی کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اُس سے دعا کرتا ہے اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ کسی بیکس کی دعا اور مضطر کی دعا کو وہ سنتا ہے)۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اِن دعاؤں کو سنتا ہے۔

لاہور میں ایک مجلس میں جس میں غیر احمدی احباب بھی شامل تھے آپ نے ایک لمبی تقریر فرمائی جس میں دعا کے بارہ میں فرمایا کہ ''اسلام سے سچی مراد یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع اپنی رضا کر لے''۔ فرمایا ''مگر سچ یہ ہے کہ یہ مقام انسان کی اپنی قوت سے نہیں مل سکتا۔ ہاں اس میں کلام نہیں''۔ (اس میں کوئی شک نہیں) ''کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدات کرے۔ لیکن اس مقام کے حصول کا اَصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔ انسان کمزور ہے۔ جب تک دعا سے قوت اور تائید نہیں پاتا اس دشوار گزار منزل کو طے نہیں کر سکتا۔ خود اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوری اور اس کے ضُعفِ حال کے متعلق ارشاد فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (النسآء: 29)۔ یعنی انسان ضعیف اور کمزور بنایا گیا ہے۔ پھر باوجود اس کی کمزوری کے اپنی ہی طاقت سے ایسے عالی درجہ اور ارفع مقام کے حاصل کرنے کا دعویٰ کرنا سراسر خام خیالی ہے۔ اس کے لئے دعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ دعا ایک زبردست طاقت ہے جس سے بڑے بڑے مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں اور دشوار گزار منزلوں کو انسان بڑی آسانی سے طے کر لیتا ہے۔ کیونکہ دعا اُس فیض اور قوت کے جذب کرنے والی نالی ہے جو اللہ تعالیٰ سے آتا ہے۔ جو شخص کثرت سے دعاؤں میں لگا رہتا ہے وہ آخر اس فیض کو کھینچ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تائید یافتہ ہو کر اپنے مقاصد کو پا لیتا ہے۔ ہاں نری دعا خدا تعالیٰ کا منشاء نہیں ہے بلکہ اول تمام مساعی اور مجاہدات کو کام میں لائے''۔ (پوری کوشش کرے) ''اور اُس کے ساتھ دعا سے کام لے۔ اسباب سے کام نہ لینا اور نری دعا سے کام لینا، یہ آداب الدعا سے ناواقفی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو آزمانا ہے۔ اور نرے اسباب پر گر رہنا اور دعا کو لاشیئ محض سمجھنا، یہ دہریت ہے۔ یقیناً سمجھو کہ دعا بڑی دولت ہے۔ جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا اُس کے دین اور دنیا پر آفت نہ آئے گی۔ وہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہے جس کے اردگرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن جو دعاؤں سے لاپرواہ ہے وہ اُس شخص کی طرح ہے جو خود بے ہتھیار ہے اور اس پر کمزور بھی ہے اور پھر ایسے جنگل میں ہے جو درندوں اور موذی جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کی خیر ہرگز نہیں ہے۔ ایک لمحے میں وہ موذی جانوروں کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس کی ہڈی بوٹی نظر نہ آئے گی۔ اس لئے یاد رکھو کہ انسان کی بڑی سعادت اور اُس کی حفاظت کا اصل ذریعہ ہی یہی دعا ہے۔ یہی دعا اُس کے لئے پناہ ہے اگر وہ ہر وقت اُس میں لگا رہے''۔

(ملفوظات جلد نمبر 7صفحہ 192-193۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک مجلس میں جو لاہور میں ہی تھی آپ نے فرمایا کہ ”درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کی جاوے“۔ (اپنے اخلاق درست کرو۔ اُس کے بعد دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پاک محبت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔) ”ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسّر ہو کہ جس قدر اندرونی آلودگیاں ہیں اُن سب سے الگ ہو کر ایک مصفّٰی قطرہ کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسّر نہ ہوگی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔ لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ تدبیر کو بھی پسند کرتا ہے اور اسی لئے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النازعات:6) کہہ کر قرآن شریف میں قسم بھی کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کرے گا اور تدبیر سے بھی اس طرح کام لے گا کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اُس کو حارج ہیں اُن سب کو ترک کردے گا اور رسم، عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کرلے گا۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کرکے پھر رہ جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اس قدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ دعا کا حق تو اُن سے ادا ہی نہ ہوا تو قبول کیسے ہو؟۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اُس کی شکایت بجا ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لے گا تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اگر انسان لگ کر اُسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے۔ وقت بھی میسّر آوے تو امید ہے کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔ لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہوگئے) اور صدہا ابھی آئندہ مرنے کو تیار ہیں“۔ (اگر رستے میں چھوڑ دیں گے تو گمراہ ہونے کو تیار ہیں)۔

فرمایا ”اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں اُن کے ہوتے ہوئے چند دن کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ پھر عُجب، خود بینی، تکبر اور ریاء وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کردیتے ہیں۔ نیک عمل کی مثال ایک پرند کی طرح ہے اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھوگے تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کرجائے گا۔ اور یہ بجز خدا تعالیٰ کے فضل کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:111)۔ عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو، نہ کبر ہو، نہ نخوت ہو، نہ تکبر ہو، نہ نفسانی اغراض کا حصہ ہو، نہ رُو بخلق ہو“۔ (یعنی لوگوں کی طرف توجہ رہے کہ اُن سے اُمیدیں رکھیں) حتّٰی کے دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی غرض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا اور اس کا نام شرک ہے۔ کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چائے یا دوسری خالی محبوبات تک ہی ہے۔ ایسا انسان جس دن اُس میں فرق آتا دیکھے گا اُسی دن قطع تعلق کردے گا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہوجاویں اُن کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں اور ایمان بھی خطرے میں ہے۔ جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا ”۔ (یعنی اپنی ذاتی خواہشات کو کوئی نقصان پہنچا، نہ پوری ہوئیں) ”اُسی دن ایمان میں فرق آجائے گا۔ اس لئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا“۔ (خدا تعالیٰ کی عبادت اس لئے نہیں کرتا کہ یہ ہوگا تو تب میں عبادت کروں گا)۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 131-132۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء کے اگست میں لاہور کی ہی ایک مجلس ہے۔ یہاں آپ فرماتے ہیں کہ: ”بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اُن کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اُس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔ بغیر اُس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ اُس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو“ (گناہ سے بچنے کے لئے دعا کرو، ساتھ تدبیر بھی کرو۔) ”اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کرو“۔ (یہ نوجوانوں کے لئے خاص طور پر بڑا ضروری ہے کہ تمام محفلیں، مجلسیں، دنیاوی لغویات جن سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے، اُن کو ترک کریں)۔ ”اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔ اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں، جبتک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔ نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اُسے محفوظ نہ رکھے گا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہیں ہوگی۔ نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کے طور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شئی ہے جس سے دل بھی محسوس کرے کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانہ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اس کے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہوگئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سَم قاتل ہے، اسی طرح نفسِ امارہ بھی سَم قاتل ہوتا ہے۔ اور جس نے اُسے پیدا کیا اُسی کے پاس اُس کا علاج ہے“۔ (یعنی خدا تعالیٰ نے بنایا ہے تو جتنے گناہ ہیں، جو نقصان دہ چیزیں ہیں، اِن کا علاج بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو لیکن خالص ہو کر، خود کوشش کرتے ہوئے)۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 123۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر 1904ء میں ایک مجلس میں جہاں نئے بیعت کرنے والے شامل تھے آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”دعا کے لئے انسان کو اپنے خیال اور دل کو ٹٹولنا چاہئے کہ آیا اُس کا میلان دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف؟ یعنی کثرت سے وہ دعائیں دنیاوی آسائش کے لئے ہیں یا دین کی خدمت کے لئے؟“۔ ”(یہ بڑی نوٹ کرنے والی چیز ہے۔ یہ دیکھو تمہارا میلان کس طرف ہے۔ دنیا کی طرف یا دین کی طرف؟ اور اس کا معیار کیا بنایا۔ فرمایا کہ یہ دیکھو تم جو دعائیں کرتے ہو اُن میں زیادہ تر دعائیں تمہاری دنیاوی آسائشوں کے لئے ہیں، دنیاوی ضروریات کے لئے ہیں یا دین کے لئے ہیں، یا دین کی خدمت کے لئے)۔“ پس اگر معلوم ہو کہ اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اُسے دنیاوی افکار ہی لاحق ہیں اور دین مقصود نہیں تو اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے“۔ (اگر صرف دنیاوی فکریں ہی ہیں اور دین اس کا مقصد نہیں ہے تو فرمایا کہ اُسے اپنی حالت پر رونا چاہئے)۔ ”بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ کمر باندھ کر حصولِ دنیا کے لئے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں۔ دعائیں بھی مانگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طرح طرح کے امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ بعض مجنون ہوجاتے ہیں۔ لیکن سب کچھ دین کے لئے ہو تو خدا تعالیٰ اُن کو کبھی ضائع نہ کرے۔ قول اور عمل کی مثال دانہ کی ہے۔ اگر کسی کو ایک دانہ دیا جاوے اور وہ اُسے لے جا کر رکھ چھوڑے اور استعمال نہ کرے تو آخر اُسے پڑے پڑے گھن لگ جاوے گا۔ ایسے ہی اگر قول ہو اور اُس پر عمل نہ ہو تو آہستہ آہستہ وہ قول بھی نہ رہے گا۔ اس لئے اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہئے“۔ (یعنی اعمال کی طرف بڑھنے کی کوشش کرو۔ ایک دانے کو اگاؤ گے تو اس میں سے پودا پھوٹ پڑے گا۔ رکھ دو گے تو گھن لگ جائے گا)۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ 117۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر جنوری 1908ء کی ایک مجلس میں گفتگو فرماتے ہوئے کہ حقیقی دعا کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”دعا دو قسم (کی) ہے۔ ایک تو معمولی طور سے، دوم وہ جب انسان اُسے انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔ پس یہی دعا حقیقی معنوں میں دعا کہلاتی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ کسی مشکل پڑنے کے بغیر بھی دعا کرتا رہے“۔ (یہ ضروری نہیں ہے کہ جب مشکلات آئیں تبھی دعائیں کرنی ہیں بلکہ عام حالات میں بھی دعا کرتا رہے) ”کیونکہ اسے کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ کے کیا ارادے ہیں؟ اور کل کیا ہونے والا ہے؟ پس پہلے سے دعا کرو تا بچائے جاؤ۔ بعض وقت بلا اس طور پر آتی ہے کہ انسان دعا کی مہلت ہی نہیں پاتا۔ پس پہلے اگر دعا کر رکھی ہو تو اُس آڑے وقت میں کام آتی ہے“۔ (یہ ہے دعا کی اہمیت)۔

(ملفوظات جلد نمبر 10 صفحہ 122-123۔ مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پھر اپنی ایک تقریر کے دوران آپ نے فرمایا کہ ”انسان کی ظاہری بناوٹ، اُس کے دو ہاتھ، دو پاؤں کی ساخت ایک دوسرے کی امداد کا رہنما ہے۔ جب یہ نظارہ خود انسان میں موجود ہے پھر کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ وہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3)۔ کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے“۔ (یعنی انسانی جسم کے ہاتھ ہیں، پاؤں ہیں، یہ جو انسانی جسم کی بناوٹ ہے۔ جسم کا جو ہر عضو ہے ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے ہے)۔ تو فرمایا اسی طرح ”تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3) کے معنی سمجھنے میں مشکلات کو دیکھے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ تلاشِ اسباب بھی بذریعہ دعا کرو“۔ (یعنی جو دنیاوی سامان ہے اُس کی تلاش کرنی ہے تو بھی دعا کے ذریعہ کرو) ”امدادِ باہمی میں نہیں سمجھتا کہ جب میں تمہارے جسم کے اندر اللہ تعالیٰ کا ایک قائم کردہ سلسلہ اور کامل رہنما سلسلہ دکھاتا ہوں تم اس سے انکار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اور بھی صاف کرنے اور وضاحت سے دنیا پر کھول دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کا ایک سلسلہ دنیا میں قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا اور قادر ہے کہ اگر وہ چاہے تو کسی قسم کی امداد کی ضرورت اُن رسولوں کو باقی نہ رہنے دے۔ مگر پھر بھی ایک وقت اُن پر آتا ہے کہ وہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایک ٹکڑ گدا فقیر کی طرح بولتے ہیں؟ نہیں۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہنے کی بھی ایک شان ہوتی ہے۔ وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں“۔ (انبیاء جب مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (سورۃ آل عمران 53) کہ کون ہیں اللہ کے لئے میرے مددگار؟ کہتے ہیں۔ تو وہ اُن کو ضرورت نہیں ہوتی)۔ فرمایا ”وہ دنیا کو رعایتِ اسباب سکھانا چاہتے ہیں“۔ (یہ بھی دنیا کو سکھانے کے لئے ہے) ”جو دعا کا ایک شعبہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ پر اُن کو کامل ایمان اُس کے وعدوں پر پورا یقین ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (المومن:52)۔ ایک یقینی اور

حتمی وعدہ ہے۔مَیں کہتا ہوں کہ بھلا اگر خدا کسی کے دل میں مدد کا خیال نہ ڈالے تو کوئی کیونکر مدد دے سکتا ہے۔اصل بات یہی ہے کہ حقیقی معاون وناصر وہی پاک ذات ہے جس کی شان ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْوَکِیْلِ وَنِعْمَ النَّصِیْر ۔دنیا اور دنیا کی مددیں اِن لوگوں کے سامنے کالمیّت ہوتی ہیں اور مُردہ کیڑے کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔لیکن دنیا کو دعا کا ایک موٹا طریق بتلانے کے لئے وہ یہ راہ بھی اختیار کرتے ہیں۔وہ حقیقت میں اپنے کاروبار کا متولّی خدا تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ (الاعراف: 197)۔اللہ تعالیٰ اُن کو مامور کردیتا ہے کہ وہ اپنے کاروبار کو دوسروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مقامات پر مدد کا وعظ کرتے تھے۔اسی لئے کہ وہ وقت نصرتِ الٰہی کا تھا،اُس کو تلاش کرتے تھے کہ وہ کس کے شامل حال ہوتی ہے۔

یہ ایک بڑی غور طلب بات ہے۔دراصل مامور من اللہ لوگوں سے مدد نہیں مانگتا بلکہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کہہ کر وہ اس نصرت الٰہیہ کا استقبال کرنا چاہتا ہے اور ایک فرطِ شوق سے بےقراروں کی طرح اس کی تلاش میں ہوتا ہے۔نادان اور کوتاہ اندیش لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مدد مانگتا ہے بلکہ اس طرح پر اس شان میں وہ کسی دل کے لئے جو اس نصرت کا موجب ہوتا ہے ایک برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔پس مامور من اللہ کی طلب امداد کا اصل سرّ اور راز یہی ہے جو قیامت تک اسی طرح رہے گا۔اشاعت دین میں مامور من اللہ دوسروں سے امداد چاہتے ہیں مگر کیوں؟ اپنے ادائے فرض کے لئے تاکہ دلوں میں خدا تعالیٰ کی عظمت کو قائم کریں۔ورنہ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ قریب بہ کفر پہنچ جاتی ہے اگر غیر اللہ کو متولّی قرار دیں۔اور ان نفوس قدسیہ سے ایسا امکان محال مطلق ہے۔“

(ملفوظات جلد 9صفحہ 14-12 مطبوعہ لندن 1984ء)

پھر آپ فرماتے ہیں:”دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کرسکتا ہے۔جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی،اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک عیاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آسکتا ہے، ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا اور اُسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہوجاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اُس پر رحم آجاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کا متولّی ہوجاتا ہے۔اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الٰہی تولّی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہوجاتی ہے۔دیکھ لیجئے جب انسان حدّ بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں ناکامیابیوں اور قسماقسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔وہ اُن سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے۔دولت کے ذریعہ،تعلق حکام کے ذریعہ،قسماقسم کے حیلہ وفریب کے ذریعہ“۔(جب دنیا میں مصائب شروع ہوجائیں تو وہ بچنے کے لئے کیا کرتا ہے۔اگر اُس کے پاس دولت ہے، پیسہ ہے،تو اُس سے بچنے کے لئے اُس کو استعمال کرتا ہے۔اگر اُس کے بڑے افسران سے تعلقات ہیں تو اُن تعلقات کو استعمال کرتا ہے یا مختلف قسم کے حیلے اور فریب، دھوکے کے ذریعہ سے،کسی نہ کسی طریقے سے)” وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے،لیکن مشکل ہے کہ وہ اُس میں کامیاب ہو۔بعض وقت اُس کی تلخ کامیوں کا انجام خودکشی ہوجاتی ہے۔اب اگر اِن دنیا داروں کے غموم و ہموم اور تکالیف کا مقابلہ اہل اللہ یا انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اوّل الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں۔لیکن یہ مصائب وشدائد اُس پاک گروہ کو رنجیدہ یا محزون نہیں کرسکتے“۔(انبیاء اور اولیاء کو جو مشکلات آتی ہیں وہ انہیں رنجیدہ نہیں کرتیں،افسردہ نہیں کرتیں۔)” اُن کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ کی تولّی میں پھر رہے ہیں۔دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اُس حاکم نے اُسے اطمینان بھی دیا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کرسکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جس کی گرہ کشائی اُس حاکم کے ہاتھ میں ہے، عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے بھی زیادہ مضبوط تعلق اَحکم الحاکمین سے ہو، وہ کب مصائب و شدائد کے وقت گھبراوے گا؟ انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں آتی ہیں اگر اُن کا عشرِ عشیر بھی ان کے غیر پر وارد ہوتو اُس میں زندگی کی طاقت باقی نہ رہے۔یہ لوگ جب دنیا میں بغرضِ اصلاح آتے ہیں تو اُن کی کُل دنیا دشمن ہوجاتی ہے۔لاکھوں آدمی اُن کے خون کے پیاسے ہوجاتے ہیں۔لیکن یہ خطرناک دشمن بھی اُن کے اطمینان میں خلل انداز نہیں ہوسکتے۔اگر ایک شخص کا ایک دشمن بھی ہو تو وہ کسی لمحہ بھی اُس کے شر سے امن میں نہیں رہتا۔چہ جائیکہ ملک کا ملک اُن کا دشمن ہو اور پھر یہ لوگ باامن زندگی بسر کریں۔ان تمام تلخ کامیوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کرلیں۔ یہ برداشت ہی معجزہ وکرامت ہے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت اُن کے لاکھوں معجزوں سے بڑھ کر ایک معجزہ ہے۔کُل قوم کا ایک طرف ہونا، دولت،سلطنت، دنیاوی وجاہت، حسینہ جمیلہ بیویاں وغیرہ سب کچھ کے لالچ قوم کا اس شرط پر دینا کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ،لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے رُک جاویں۔لیکن ان سب کے مقابل جناب رسالت مآب کا فرمانا کہ میں اگر اپنے نفس سے کرتا تو یہ سب باتیں قبول کرتا۔میں تو حکمِ خدا کے ماتحت یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور پھر دوسری طرف سب تکالیف کی برداشت کرنا، یہ ایک فوق الطاقت معجزہ ہے۔یہ سب طاقت اور برداشت اُس دعا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے جو مومن کو خدا تعالیٰ نے عطا کی ہے۔اِن لوگوں کی دردناک دعا بعض وقت قاتلوں کے سفاکانہ حملہ کو توڑ دیتی ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جانا آپ لوگوں نے سُنا ہوگا۔ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام واکرام کا مستحق ہوگا۔حضرت عمرؓ نے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتلِ حضرت کے لئے آمادہ ہوگیا۔اُس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی، دریافت پر اُسے معلوم ہوا کہ حضرت“ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم)” نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرضِ نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سرِ شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اُس وقت قتل کروں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔اُس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اُس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہوگیا۔نماز ختم کرکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو اُن کے پیچھے حضرت عمرؓ ہوگئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پاکر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر! کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا؟ حضرت عمر بددعا کے ڈر سے بول اُٹھے کہ حضرت! مَیں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔میرے حق میں بددعا نہ کیجئے گا۔چنانچہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی“۔ (ملفوظات جلد نمبر 7صفحہ 59-61۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

دورانِ گفتگو مجلس میں آپؑ نے فرمایا کہ:”دشمن بداندیش صرف عداوت کے سبب ہماری ہر بات اور ہر فعل پر اعتراض کرتا ہے، کیونکہ اُس کا دل خراب ہے۔اور جب کسی کا دل خراب ہوتا ہے تو پھر چاروں طرف اندھیرا ہی نظر آتا ہے۔یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے“۔(یعنی آپ کے متعلق کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھا ہے کوئی کام نہیں کرتے)” مگر وہ خیال نہیں کرتے کہ مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دَم سے کافر مریں گے۔یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعے سے تمام کام کرے گا۔اگر مَیں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہوسکتا ہے تو مَیں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔مگر مَیں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے حاصل ہوسکیں گے۔دعا میں بڑی قوتیں ہیں“۔فرمایا” کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ ایک ملک پر چڑھائی کرنے کے واسطے نکلا۔راستے میں ایک فقیر نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ تم آگے مت بڑھو ورنہ میں تمہارے ساتھ لڑائی کروں گا۔بادشاہ حیران ہوا اور اُس سے پوچھا کہ تو ایک بے سروسامان فقیر ہے تُو کس طرح میرے ساتھ لڑائی کرے گا؟ فقیر نے جواب دیا کہ مَیں صبح کی دعاؤں کے ہتھیار سے تمہارے مقابلہ میں جنگ کروں گا۔بادشاہ نے کہا،مَیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔غرض دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ اُس کو ظاہر کرکے دکھا دیتا ہے۔گزشتہ انبیاء کے زمانے میں بعض مخالفین کو نبیوں کے ذریعہ سے بھی سزا دی جاتی تھی مگر خدا جانتا ہے کہ ہم ضعیف اور کمزور ہیں۔اس واسطے اُس نے ہمارا سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔اسلام کے واسطے اب یہی ایک راہ ہے جس کو خشک مُلاّ اور خشک فلسفی نہیں سمجھ سکتا۔اگر ہمارے واسطے لڑائی کی راہ کھلی ہوتی تو اس کے لئے تمام سامان بھی مہیا ہوجاتے۔جب ہماری دعائیں ایک نقطہ پر پہنچ جائیں گی تو جھوٹے خود بخود تباہ ہوجائیں گے۔نادان دشمن جو سیاہ دل ہے وہ کہتا ہے کہ اُن کو سوائے سونے اور کھانے کے اور کچھ کام ہی نہیں ہے۔مگر ہمارے نزدیک دعا سے بڑھ کر اور کوئی تیز ہتھیار ہی نہیں۔سعید وہ ہے جو اس بات کو سمجھے کہ خدا تعالیٰ اب دین کو کس راہ سے ترقی دینا چاہتا ہے“۔

(ملفوظات جلد نمبر 9صفحہ27-28۔مطبوعہ لندن ایڈیشن 1984ء)

پس یہ دعا کے مضمون کے چند نمونے ہیں جو مَیں نے آج آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دعاؤں کے مضمون کو سمجھنے اور اپنی زندگیوں میں لاگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر خدا تعالیٰ کی ذات ہو،اُس کی رضا کا حصول ہو۔ ہر آسائش میں بھی اور ہر مشکل میں بھی ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے اور اُس سے دعائیں مانگنے کی اہمیت کو سمجھنے والے ہوں۔ ہم اُس روح کو سمجھنے والے ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رشتہ بیعت جوڑ کر ہم پر کیا ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں۔اور یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اب ہمارا ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے

لئے ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں اور اس کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔

ان دنوں میں جب مخالفینِ احمدیت کی طرف سے حملے شدت اختیار کر رہے ہیں، جماعت کی حفاظت کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ دشمن کا ہر شر اُس پر الٹائے اور جماعت کی ہر آن حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِم۔

اے اللہ! ہم ان مخالفین کے مقابلہ میں تجھے لاتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّی مَظْلُوْمٌ فَانْتَصِرْ۔ اے میرے رب! مجھ پر ظلم کیا گیا ہے۔ تُو ہی انتقام لے۔

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔ اے میرے رب! ہر چیز تیری خادم ہے۔ پس مجھے حفاظت میں رکھ۔ میری مدد فرما اور میری حفاظت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خاص دعا ہے

رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَالْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ کہ اے میرے خدا! اسلام پر مجھے وفات دے اور نیکوکاروں کے ساتھ مجھے ملا دے۔

ہمیشہ ہم صالحین کے ساتھ شامل ہونے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول فرمائے۔ ہمیں اُس طریق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں چلانا چاہتے ہیں۔

اخبار الفضل کی اہمیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اخبار الفضل کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”روزانہ جو الفضل چھپتا ہے اس میں سے ایک بات اگر آپ کو ایسی ملے جو آپ کی زندگی میں حسن پیدا کرنے والی ثابت ہو تو سال میں شاید 360 یا اس سے چند کم اتنی باتیں مل گئیں۔

لوگ کہہ دیتے ہیں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ میں بھی کہتا ہوں، الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں (بعض لوگ) کہ اگر الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا نہیں ہوگا تو اس کو لے کے پڑھنے کی کیا ضرورت۔

میں کہتا ہوں کہ اگر الفضل کا ایک مضمون بھی اعلیٰ پایہ کا ہے تو اسے لے کے اسے پڑھنے کی ضرورت ہے۔

میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اگر الفضل میں ایک ایسا مضمون ہے جس میں ایک بات ایسی لکھی ہے جو آپ کو فائدہ پہنچانے والی ہے تو اس فائدہ کو ضائع نہ کریں آپ، اگر آپ نے بحیثیت قوم ترقی کرنی ہے۔“

(از خطاب 27/دسمبر 1979ء الفضل 24/فروری 1980ء صفحہ 2)

EIGHT VACANCIES – Ministers of Religion: Ahmadiyya Muslim Community

1. **Indonesian Speaker**
2. **Urdu Speakers (7 vacancies)**

We are a UK registered charity, a religious community, that runs its own training academy and TV channels for viewers all over the world.

ABOUT THE ROLES: We are inviting applications for the following eight posts of Minister of Religion. All candidates will be expected to lead congregational prayers, have a dynamic preaching record, be fully conversant with both Arabic and Urdu languages and have the additional main qualifications/experience listed below. The successful applicants may be posted at any one of the 26 mission centres in the UK. These are permanent positions to help meet the community's growing spiritual and religious needs.

	Main qualificationwork	Likely posting
Indonesian speaker	Prepare and present religious programmes on TV	Headquarters London SW18
Urdu speaker	Give religious commentaries on the Holy Qu'ran	Minister of Religion training academy London
Urdu speaker	Comparative inter-faith studies and promote research	Minister of Religion training academy London
Urdu speaker	Promote literary studies of religious writers	Minister of Religion training academy London
Urdu speaker	Prepare and supervise new religious trainees	Headquarters London SW18
Urdu speaker	Research, compile historical data and write preaching articles	Editorial office London SW19
Urdu speaker	Research, collate past and current religious sermons and write preaching articles	Editorial office London SW19
Urdu speaker	Research, edit preaching literature	Editorial office London SW19

JOB DESCRIPTION: You would be required to do some or all of the following:

encourage attendance at obligatory prayers; deliver sermons on Fridays and other gatherings; preach and propagate to members of the public the teachings of the founder of the Ahmadiyya Muslim community; defend the teachings against opponents and non-believers; translate literature and correspondence in or from the relevant languages specified above; carry out research on secular and non-secular subjects, publish periodicals, participate in inter-community matters; liaise with members of the community and resolve social problems; introduce programmes; host talk shows, current affairs or religious/cultural educational programmes; report on issues and events; attend production and community management meetings; attend promotional events, conferences and social functions; liaise with the Production Manager and working with the Channel Head, contribute creatively to long-term strategy to ensure maximum audience appeal and attain set targets.

EXPERIENCE REQUIRED:

You must have a wide range of knowledge in the Holy Quran, Ahadith (Traditions of the Prophet of Islam) and Islamic topics and preferably be familiar with the writings of Hadhrat Mirza Ghulam Ahmad – Founder of the Ahmadiyya Muslim community and of his claims gained through an intensive course of private or college study of not less than four years full-time. You must have interpretation skills in Urdu and Arabic languages and in respect of the first vacancy with understanding of Indonesian. You must have served as a Minister of Religion for not less than two years and have a good record of performance. You will preferably have some previous broadcasting experience, and a strong understanding of our targeted audiences particularly in the East. You should also possess good interviewing, listening and spoken communication skills, be able to follow instructions, memorise facts and also have good planning and organisational ability. You need to have a confident and relaxed manner in dealing with members of the public. We expect you to be able to work under pressure.

QUALIFICATIONS REQUIRED: You are expected to have either: a Shahid "degree" or equivalent gained from attending a Jamia Ahmadiyya college at NVQ3 level or a UK degree level or equivalent qualification in Islamic religious studies or professional qualification; or a relevant HND level qualification; or an HND level qualification that is not relevant, plus two years' relevant work experience; or at least three years relevant experience at NVQ level 3 or above.

PACKAGE: The stipend/customary offerings package include the following:

Above minimum wage or £2,520/- per annum (for 35 hours a week on average; plus rent free accommodation with all utilities eg rates, gas, electricity paid; travel expenses reimbursed; 28 paid holidays per annum; private medical insurance cover.)

Closing Date: 30 June 2011

Please apply to:

Mansoor.Shah@ahmadiyyauk.org OR write to:
The National President, Ahmadiyya Muslim Association UK,
16 Gressenhall Road London SW18 5QL

جماعت احمدیہ گیمبیا کے
35ویں جلسہ سالانہ کا شاندار انعقاد

قومی اسمبلی کے سپیکر، قائد حزب اختلاف، گورنر LLR، گیمبیا کے اماموں کے سرکاری سربراہ، مختلف چیفس اور متعدد اہم افراد کی شرکت۔

جماعت احمدیہ کی امن پسندی، ملکی تعمیر و ترقی اور تعلیمی وطبی میدان میں ان کی خدمات اور مثالی نظم وضبط پر خراج تحسین۔ ہمسایہ ممالک کے نمائندگان کی شمولیت۔ علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر۔ ریڈیو ٹی وی پر جلسہ کی تشہیر۔

(رپورٹ: سید سعید الحسن شاہ ۔ مبلغ انچارج گیمبیا)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گیمبیا کا 35 واں جلسہ سالانہ 22 تا 24 اپریل بخیر وخوبی منعقد ہوا۔ جلسہ کے لئے حسب سابق روایتی مقام نصرت جہاں سینئر سکینڈری سکول (بنڈونگ) بانجل میں منعقد ہوا۔

جلسہ گاہ کی تیاری اور دیگر کاموں کے لئے وقار عمل کا آغاز مارچ سے ہو گیا تھا۔ اس دفعہ فیصلہ کیا گیا کہ لجنہ کے لئے بھی کھلی جگہ پر انتظام کیا جائے۔ چنانچہ سنگھاٹے ہال سے ملحق گراؤنڈ میں جلسہ گاہ تیار کی گئی۔

ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں جلسہ سے کئی دن پہلے مقامی اور انگریزی زبان میں تشہیر شروع کر دی گئی۔ نیشنل ریڈیو نے آدھے گھنٹے کا تعارفی پروگرام پیش کیا جس میں جلسہ کی تاریخی اہمیت سمیت تمام پہلوؤں کو بیان کیا گیا۔ جلسہ کے دعوت نامے تمام اہم شخصیات بشمول صدر مملکت، نائب صدر، وزراء اور مذہبی راہنماؤں کو دیئے گئے۔ پورے ملک میں جلسہ سالانہ کے پوسٹرز جو انگریزی اور عربی زبان میں تھے آویزاں کئے گئے۔

جلسہ کا آغاز جمعہ سے ہونا تھا۔ انتظامات کا حتمی جائزہ لینے کے لئے بدھ کو مکرم امیر صاحب نے انسپکشن کی اور انتظامات کے سلسلہ میں ہدایات بھی دیں۔

مہمانوں کی آمد بدھ سے ہی شروع ہو گئی تھی۔ ہمسایہ ممالک سینیگال اور گنی بساؤ کے وفود جو بہت بڑی تعداد پر مشتمل تھے کے علاوہ یوکے، غانا، نائیجیریا اور سیرالیون کے وفود شامل ہوئے۔ مختلف زبانوں میں بینرز سٹیج اور دیگر جگہوں پر نہایت دلفریب منظر پیش کر رہے تھے۔

جمعرات کو کثیر تعداد میں مہمانوں کی آمد ہوئی۔ مختلف علاقوں سے احباب آ رہے تھے جو مختلف زبانیں بولنے والے تھے اور بعض ایک دوسرے کی زبان کو نہیں جانتے تھے اور یوں وہ I shall give you a larg party of Islam کا نظارہ پیش کر رہے تھے۔

جلسہ کا پہلا دن جمعۃ المبارک

جلسہ سالانہ کے پہلے دن کا آغاز باجماعت نماز تہجد سے ہوا۔ جس کے بعد درس القرآن ہوا۔ ناشتہ اور تیاری جمعہ کے بعد احباب پنڈال میں آنا شروع ہو گئے جہاں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کے براہ راست سننے کا انتظام کیا گیا تھا۔ مقامی وقت کے مطابق دو بجے جمعہ کا آغاز ہوا خاکسار نے خطبہ جمعہ میں جلسہ سالانہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ حضرت امام الزماںؑ نے اس کا آغاز فرمایا اور اسے مؤدت باہمی اور تعلق باللہ کا ذریعہ قرار دیا اور جلسہ کو دنیاوی میلوں اور اغراض سے بالاتر فرمایا ہے۔ خاکسار نے خصوصیت کے ساتھ جلسہ کے تین دنوں میں ذکر الٰہی کرنے پر زور دیا۔

دوپہر کے کھانے کے فوراً بعد جماعتی نمائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ مکرم امیر صاحب نے نمائش کا افتتاح کیا۔ نمائش میں جماعتی تاریخ کو تصویری زبان میں پیش کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جماعت کی اسلامی خدمات مثلاً قرآن کریم و احادیث اور دیگر کتب کے تراجم مختلف زبانوں میں رکھے گئے تھے۔ نمائش میں مختلف احمدی سکولوں نے تعلیم کے میدان میں اپنی خدمات کو پیش کیا۔ یہ نمائش جلسہ کے تینوں دن جاری رہی اور سینکڑوں احباب بشمول لجنہ نے دیکھی۔ غیر احمدی مہمانوں کی اکثریت نے نمائش سے بڑا اچھا اثر لیا۔

نمائش کے بعد پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ جماعت کا پرچم مکرم امیر صاحب نے جبکہ گیمبیا کا پرچم عزت مآب سپیکر قومی اسمبلی نے لہرایا۔

پہلا سیشن

جلسہ کا پہلا سیشن ہمیشہ اہم ہوتا ہے۔ اس دفعہ کا یہ اجلاس کئی لحاظ سے غیر معمولی تھا۔ مہمانوں میں سپیکر قومی اسمبلی، قائد حزب اقتدار، اراکین قومی اسمبلی، گورنر LRR، مختلف علاقوں کے چیفس، مذہبی لیڈر اور کئی بڑی سرکاری اور غیر سرکاری شخصیات شامل ہوئیں۔ مکرم امیر صاحب نے افتتاحی تقریر میں آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے اور حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں جلسہ کی برکات بیان کیں۔

سپیکر صاحب اسمبلی نے بتایا کہ وہ صدر مملکت اور قومی اسمبلی کی نمائندگی میں جلسہ میں شرکت کر رہے ہیں۔ آپ نے نہایت زوردار الفاظ میں جماعت کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے پرامن کردار کو موضوع سخن بنایا اور کہا کہ دنیا کے امن کی ضمانت صرف سلامتی اور محبت کے ساتھ اپنے نظریات پھیلانے میں ہے اور یہ کام احمدیہ جماعت بخوبی انجام دے رہی ہے۔ انہوں نے گیمبیا میں جماعت کی خدمات کا ذکر کیا اور بتایا کہ پوری قوم اس امر سے واقف ہے کہ جماعت کا کردار ملکی ترقی میں نہایت اہم ہے۔

قومی اسمبلی میں قائد حزب اقتدار نے جماعت کو نظم وضبط کی تصویر قرار دیا۔ انہوں نے جلسہ سالانہ کو اس کی مثال بتایا اور کہا کہ چھ سات ہزار کا بھرپور مجمع خاموشی اور پورے سکون سے بیٹھا ہوا ہے اور یہ غیر معمولی تربیت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے جماعت کے امیر صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اسی طرح تعلیم وصحت کے میدان میں جماعت احمدیہ کی گیمبیا کے لئے خدمات کا برملا اعتراف کیا۔ اراکین اسمبلی نے بھی جماعت کے کردار پر بھرپور روشنی ڈالی۔ گورنر LRR نے کہا کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو احمدیت کے بغیر یہ نامکمل رہتی ہے۔ اس لئے کہ اسلام کی حقیقی تصویر احمدیت نے دکھائی ہے۔ سارے ملک میں قرآن کی روشنی پھیلانے میں جماعت کا بہت بڑا کردار ہے۔ مختلف علاقوں کے چیفس نے بتایا کہ ان کے علاقوں میں جماعت کے نمائندگان لوگوں کی خدمات میں مصروف ہیں اور وہ ان کے کردار سے بہت خوش ہیں۔ دعا کے ساتھ یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مہمان مقررین کی کثرت کی وجہ سے پہلا اجلاس بہت لمبا ہو گیا اس لئے رات کا اجلاس جو سوال و جواب پر مشتمل ہوتا ہے منسوخ کرنا پڑا۔ اس سال گیمبیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی سپیکر اسمبلی نے جماعت کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ قائد حزب اقتدار کا آنا بھی ایسا ہی تھا۔ تین چار چیفس کا بیک وقت شامل ہونا بھی اہم بات تھی۔

جلسہ کا دوسرا دن

دوسرے دن کا آغاز بھی باجماعت نماز تہجد اور نماز فجر اور اس کے بعد درس قرآن سے ہوا۔

پہلا سیشن مکرم ڈاکٹر الحاج شیکھو تامو صاحب انچارج احمدیہ ہسپتال ٹیلنڈنگ کی زیر صدارت شروع ہوا۔ اس اجلاس میں پہلی تقریر خاکسار کی تھی جس کا عنوان ''آنحضرت ﷺ کا روحانی واخلاقی انقلاب'' تھا۔ خاکسار نے رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ سے کچھ واقعات پیش کئے اور آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا سابقین کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کے آنے سے ہی انقلاب عظیم برپا ہوا جس نے دنیا کا نقشہ بدل دیا اور حقیقی توحید کا ظہور ہوا اور اخلاقیات میں معلّم اخلاق ﷺ نے وہ انقلاب پیدا کیا کہ عرب کے اَن پڑھ بادیہ نشین دنیا کے استاد بن گئے۔

اجلاس کی دوسری تقریر ''اسلام اور گلوبلائزیشن'' پر تھی۔ ہمارے لوکل معلم مکرم موسیٰ باہ نے نہایت احسن پیرائے میں نفس مضمون کو واضح کیا اور بتایا کہ دنیا میں آنے والے انقلابات اسلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں اور آنے والے مسائل کا حل بھی اسلام پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

دوران اجلاس گیمبیا کے تمام اماموں کے سرکاری سربراہ جو ''امام راتب آف بانجل'' کہلاتے ہیں وفد سمیت جلسہ میں شرکت کے لئے آئے۔ (واضح رہے کہ گیمبیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ اماموں کے سربراہ ہمارے کسی جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے ہوں) امام راتب نے جماعت کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں صرف دو علموں کا ذکر فرمایا ہے علم الابدان اور علم الادیان اور جماعت تعلیم وصحت کے میدان میں خدمات بجا لا رہی ہے۔ اسی طرح قرآن کا علم پھیلا رہی ہے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کو ایک جماعت قرار دیا اور بتایا کہ ایک دوسرے کے احترام سے ہی معاشرہ صحت مند رہ سکتا ہے۔ امام صاحب چونکہ پہلی دفعہ جلسہ میں آئے تھے اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ لجنہ کی جلسہ گاہ بھی دکھائی جائے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ حقیقی اسلام کی روح کیا ہے۔ امام صاحب نے علیحدہ جلسہ گاہ کو سراہا (یاد رہے کہ گیمبیا میں غیر احمدیوں کے اسلامی پروگراموں میں مرد وزن رات کے پروگرام میں اکٹھے ہی شریک ہوتے ہیں اور بعض دفعہ قباحتوں کا باعث بھی ہوتے ہیں)۔

دوسرا سیشن

سہ پہر کو دوسرا سیشن خاکسار کی زیر صدارت ہوا۔ اس اجلاس میں پہلی تقریر ''پیشگوئیاں دربارہ حضرت مسیح موعود و امام مہدی علیہ السلام اور ان کی تکمیل'' مکرم نائب امیر صاحب ثالث نے کی۔ انہوں نے احادیث کی روشنی میں اپنا مضمون واضح کیا۔ اس تقریر کے بعد اجلاس کی دوسری اور آخری تقریر گنی بساؤ کے مشنری انچارج مکرم محمد سنائیکو صاحب نے ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' کے عنوان پر کی۔ انہوں نے حوالجات سے تقریر کو مزین کیا اور بتایا کہ اللہ نے خلافت کا وعدہ مومنین سے کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی فرمائی اور خلافت احمدیہ کی صورت میں یہ بڑی شان سے پوری ہوئی ہے۔ خلفاء احمدیت کے ساتھ ہر آن خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔

لجنہ نے دوسرے دن جلسہ کی اپنی علیحدہ کارروائی جاری رکھی۔ لجنہ کی تقاریر میں ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیر ہدایت شادی احمدی معاشرہ میں'' اور ''اسلام سے متضاد روایات سے اجتناب'' شامل تھیں۔

اختتامی اجلاس

چونکہ شاملین جلسہ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں اور سڑکوں کی حالت انتہائی خستہ ہوتی ہے اور ٹرانسپورٹ نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے رات کا اجلاس اختتامی اجلاس ہوتا ہے تاکہ اگلے دن مہمان وقت پر سفر کر سکیں اور گھروں کو بخیریت پہنچ سکیں۔

اختتامی اجلاس میں مکرم امیر صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ وہ چیزیں جو جلسہ کے دوران سیکھی ہیں انہیں بھلانا نہیں اور سارا سال نیکیوں کو دہراتے رہیں۔ بالآخر دعا کے ساتھ یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ کی کارروائی تین لوکل زبانوں مینڈیکا، فولا اور وولف میں ساتھ ساتھ پیش کیا جاتا رہا۔ جلسہ میں مقامی زبانوں کے علاوہ اردو اور عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا جاتا رہا۔

جلسہ کے انتظامات کے لئے کئی احباب نے دل کھول کر مالی قربانیاں کیں، نقد رقوم کے علاوہ گائے اور بکرے پیش کئے۔

اگلے دن مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا جس میں آئندہ سال کے لئے بجٹ کے علاوہ دیگر تجاویز پر غور ہوا۔

اس سال جلسہ میں نو مبائعین کی ایک بہت بڑی تعداد شامل ہوئی۔ حسب روایت غیر احمدی احباب نے بھی بھرپور شرکت کی۔

میڈیا کوریج

اللہ کے فضل سے میڈیا نے بھرپور کوریج دی۔ نیشنل ٹی وی نے جلسہ کے دوسرے دن ہی خبرنامہ میں جلسہ کو نشر کیا۔ نیشنل ریڈیو سمیت تمام پرائیوٹ چینلز نے تفصیل کے ساتھ خبریں نشر کیں۔ تمام سرکردہ قومی اخبارات نے باتصویر کارروائی شائع کی۔ ہمسایہ ملک گنی بساؤ کے ایک پرائیوٹ ریڈیو سٹیشن نے بھی جلسہ کو کوریج دی۔ اور جلسہ کے بعض انٹرویوز کو نشر کیا۔ ٹی وی نے جلسہ کی حاضری سات ہزار ظاہر کی جبکہ جماعتی اندازہ کے مطابق چھ ہزار سے زائد تھی۔

الفضل انٹرنیشنل میں
اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیں۔
(مینجر)

بقیہ:خطاب حضور انور از صفحہ نمبر 16

کرنے والے اور سمجھنے والے تھے۔اور اس زمانے میں حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو اس دُنیا میں بھیجا تا کہ وہ اُن راہوں کی صحیح طرح سے تعیین کر کے ہمیں دکھائے۔اُن پر مسلسل ہمیں بُلا تا رہے جو تقویٰ کی راہیں ہیں۔پس آج ہر اُس شخص کا فرض ہے جو اپنے آپ کو زمانے کے امام سے منسوب کرتا ہے کہ تقویٰ پر چلے کیونکہ تقویٰ پر چل کر ہی ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق بنیں گے۔

پس ہمیں اس کا اہل بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف کو ہر وقت دل میں قائم رکھنا ہوگا۔اور یہ خوف کس طرح قائم رکھنا ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے والے بنے رہو اور کبھی اُس کی ناشکری نہ کرو۔ہمیشہ اُس کی یاد سے اپنے دلوں کو معطّر رکھو اور اُسے کبھی نہ بھولو۔

پس یہ معیار اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے قربان کردے۔کامل فرمانبرداری اُس وقت ہوگی جب خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک مومن کو اپنے آپ کو نقصان میں بھی ڈالنا پڑے تو ڈالے۔اپنا نقصان بھی ہوتا ہو تو ہو جانے دے لیکن اپنے بھائی کے حقوق کی تلفی نہ کرے۔اور پھر تنگی، ترشی، عسر یا یُسر ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بنے۔اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔یقیناً یہ تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو چاہتا ہے۔اور پھر ذکر الٰہی اور عبادت کے بھی وہ معیار حاصل کرو جو خدا تعالیٰ کا مزید قُرب دلانے والے ہوں۔اور یہ حالت ایک سچے مومن کی اُس وقت تک رہنی چاہئے جب تک کہ انسان کے جسم میں جان ہے، جب تک کہ زندگی کی کوئی بھی رمق باقی ہے۔پس یہ چیز ہے جو ہمیں اپنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پھر اگلی آیت جو مَیں نے پڑھی ہے، اُس میں اللہ تعالیٰ نے وہ طریق سکھایا ہے کہ کس طرح تم اس پر قائم رہ سکتے ہو۔فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قوموں کا انحطاط اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔دین میں اپنی مرضی کی طرح طرح کی بِدعات شامل کر لی جاتی ہیں۔بنی اسرائیل کے انحطاط کی بھی یہی وجہ تھی۔مثلاً قرآن کریم میں اُن کے متعلق آتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ (البقرہ: 65) اور یقیناً تم اُن لوگوں کو جان چکے ہو جو سبت کے معاملے میں زیادتی کرنے والے تھے۔ہم نے انہیں کہا جاؤ ذلیل بندر بن جاؤ۔پس جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی اور اُن حدود کو پھلانگنا چاہا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی تھیں، تقویٰ سے عاری ہوگئے تو پھر سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ذلیل کر دیا۔نقّالی اُن میں پیدا ہوگئی۔منافقت ان میں پیدا ہوگئی۔اور آج جیسا کہ میں نے کہا باوجود قرآن کریم کے اصلی حالت میں موجود ہونے کے مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہوگئی ہے۔صرف دیکھنے اور محسوس کرنے کے لئے بینا آنکھ چاہئے اور محسوس کرنے والا دل چاہئے۔اور اس زمانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی پیشگوئی تھی، یہ بھی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوں گے جب گھبراہٹ اور بے چینی کی حالت میں اُمّت کے لوگ علماء کی طرف جائیں گے تو وہاں اُنہیں بندر اور سؤر نظر آئیں گے۔کیوں؟ اس لئے کہ تقویٰ اُٹھ جائے گا۔زمانے کے امام کا انکار خود بھی کر رہے ہوں گے اور لوگوں کو بھی مجبور کر رہے ہوں گے کہ کرو ورنہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔صرف اس لئے کہ ہماری دکان چمکی رہے۔

پس جب ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم میں مزید شکر گزاری کی حالت پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہئے کہ ہمیں اُس خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس نے اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے آپ کو بھیجا تا کہ اُمّت محمدیہ میں تقویٰ پر چلنے والوں کی ایک جماعت قائم ہو اور قائم رہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو تو یہی ایک بات ہے جو ہمیں تقویٰ پر چلانے والی اور بگڑنے سے بچانے والی ہوگی۔

حبل اللہ کیا ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ خدا کی کتاب، قرآن کریم حبل اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔

پس قرآن کریم کے احکامات کو پڑھنا، سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا ہی ہے جو ایک مومن کو حبل اللہ سے چمٹائے رکھے گا۔اور جو خلاصہ ہے ان احکامات کا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور کامل فرمانبرداری، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان اور کامل فرمانبرداری اور خلافت سے وفا اور اطاعت کا تعلق جو ان تین باتوں پر دل کی گہرائیوں سے عمل کرنے والا ہوگا وہی متقیوں کی فہرست میں شامل ہوگا اور وہی حبل اللہ کو پکڑنے ولا ہوگا۔

اس آیت میں مزید وضاحت فرمائی گئی ہے کہ صرف انفرادی تعلق جو کسی بھی مومن کا خدا سے ہے یا نبی سے ہے یا خلیفۂ وقت سے ہے کافی نہیں جب تک کہ تم جماعت کی اکائی کی اہمیت کو نہ سمجھو۔وَلَا تَفَرَّقُوا کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ تفرقہ نہ ڈالو۔ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس طرح بن جاؤ جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے دو بھائی۔ایک دوسرے سے رنجشوں کو دُور کرو۔پس جماعت کی مضبوطی بھی اس وقت قائم ہوگی جب آپس میں پیار محبت کی فضا پیدا ہوگی۔اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق بھی تبھی پیدا ہوگا جب ایک دوسرے کے گناہ معاف کرنے کی عادت پڑے گی۔اور پھر یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو مرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کا وارث بنائیں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کونسی چیز اکثر لوگوں کو جنت میں لے جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔وہ اللہ کا تقویٰ اور عمدہ اخلاق ہیں۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔اے ابوذر! ایمان کے کڑوں میں سے کونسا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی کرنا، اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ناراض ہونا۔یہ سب مضبوط کڑے ہیں۔

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الادب حدیث نمبر 5014)

پس اس مضبوط کڑے کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔اگر جماعت کا ہر فرد اِس کی اہمیت سمجھ لے تو ہر فرد جماعت مضبوط زنجیر کے مضبوط کڑے کا کردار ادا کرنے والا ہوگا۔ہر فرد جماعت نہ صرف اس مضبوط کڑے کو پکڑ کر خود اپنے ایمان کو مضبوط کر رہا ہوگا بلکہ ہر شخص وہ مضبوط کڑا بن جائے گا جو دوسرے میں پرویا ہوا ہے۔اور ایک ایسی زنجیر کی شکل اختیار کر جائے گا جس کی مضبوطی کی ضمانت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کی اغراض بیان فرماتے ہوئے ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی کہ: ’’اس جماعت کے تعلقات اخوّت استحکام پذیر ہوں گے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ 340۔مطبوعہ لندن 1986ء)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ 442۔مطبوعہ لندن 1986ء)

پھر آپس میں محبت اور پیار کو کس طرح بڑھانا ہے۔کس طرح اپنے اندر برداشت پیدا کرنی ہے تا کہ جماعت میں مضبوطی پیدا ہو۔اس بارے میں آپ فرماتے ہیں ’’اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں۔بلکہ مجھے چاہئے کہ میں اُس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر 1 صفحہ 442۔مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ ہے صُلح کی بنیاد ڈالنے کا حقیقی طریق۔یہ ہے دلوں کی کدورتوں کو دور کرنے کا حقیقی طریق۔یہ ہے تفرقہ ختم کرنے کا طریق۔اگر بدلے لینے شروع کر دیئے جائیں، اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کو طول دینا شروع کر دیا جائے تو نفرتیں پھیلتی ہیں۔پھر معاشرے میں امن قائم ہونے کی بجائے فساد پھیلتا ہے۔پھر کینے اور بُغض جنم لیتے ہیں۔پھر انسان تقویٰ سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔پھر ایمان کے مضبوط کڑے پر ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔اور پھر اس سے کسی دوسرے کا یا جماعت کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا، انسان خود اپنی دنیا و عاقبت خراب کر لیتا ہے۔

پس ایک مومن کی یہ نشانی بتائی کہ ہر قسم کے تفرقوں سے بچو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اُس کا دِل نرم نہ ہو۔جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں‘‘۔فرمایا۔’’بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں۔اور غُصّہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 442-443۔مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ وہ معیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔یہ باتیں ہیں جو اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے میں کردار ادا کریں گی۔یہی باتیں ہیں جو تفرقہ سے بھی بچائیں گی۔یہی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وارث بنائیں گی۔

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کا ہم آج کل بہت ذکر کرتے ہیں، خاص طور پر اس سال کے حوالے سے اور وہ ہے خلافت کی نعمت۔خطبے میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ ہم دوسروں میں یعنی دوسرے مسلمانوں میں اس نعمت کے نہ ہونے کی وجہ سے دل پھٹے ہوئے ہونے کے نظارے دیکھتے ہیں اور حقیقت میں ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔کسی احمدی کو اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہئے کہ ہمارے خلاف تو یہ سب اکٹھے ہیں شاید اُن کا جتھا بن گیا ہے یا ان میں آپس کی محبت یا کوئی گہرا تعلق پیدا ہوگیا ہے۔ان کے آپس کے جو تعلقات ہیں اُن کی حقیقت تو اخبار پڑھنے والے سمجھتے ہیں۔اخباروں سے عیاں ہے کہ ان کا آپس میں کیا حال ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی حالت کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچا ہے۔فرمایا۔تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (الحشر:15)۔یعنی تو ان کو ایک قوم خیال کرتا ہے لیکن اُن کے دل پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔آج اگر ان میں کوئی اکائی ہوتی تو باوجود کئی اسلامی ملکوں کے وسائل اور دولت کے دنیا میں ان کی بیچارگی یوں نظر نہ آرہی ہوتی۔اگر جماعت احمدیہ کے خلاف بظاہر یہ ایک لگتے ہیں تو یہ بھی جماعت احمدیہ کی سچائی کے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔تبھی تو یہ اس نعمت سے محروم ہیں اور اس نعمت کی تلاش میں ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کا یہ انعام تقویٰ پر چلنے والوں کے لئے ہے۔یہ وعدہ اُن کے لئے ہے جو ایمان لائے۔لیکن یہ تو مسیح محمدی پر ایمان نہیں لائے۔یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا انکار کئے بیٹھے ہیں۔اُنہیں یہ نعمت کس طرح مل سکتی ہے؟ یہ تو ایمان لانے کے بعد پھر تقویٰ کی کمی کی وجہ سے دوبارہ آگ کے گڑھے کے کنارے پر جمع ہونا شروع ہوگئے ہیں۔لیکن یہاں یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ یہ منسوب تو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں اس لئے اُس محبت کا تقاضا ہے جو ایک احمدی کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھری ہوئی ہے اور ہونی چاہئے کہ ان کو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔وہ حقیقی راہ دکھائیں جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔دوسرے ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے ہم خود بھی

اس کی قدر کرنے والے اُس وقت کہلا سکیں گے جب ہم اپنے بھی جائزے لیں اور جائزے ہمیشہ لیتے رہیں۔ آپ اپنے تقویٰ پر بھی نظر رکھیں۔ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ زُہد اور تقویٰ میں ترقی ہو۔ خدا ترسی اور پرہیز گاری اور ہمدردی میں بڑھنے والے ہوں۔ جیسا کہ مَیں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں کہ آپ علیہ السلام یہی کچھ ہم سے چاہتے ہیں۔

شروع میں جو دو آیات میں نے تلاوت کی تھیں اُن دونوں میں بھی، جیسا کہ میں نے بتایا، دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک اطاعت اور دوسرے تقویٰ۔ اصل میں تو اطاعت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر تقویٰ ہوگا تو پھر اطاعت بھی ہوگی۔ پس اس اہم حقیقت کو ہر احمدی کو پکڑ لینا چاہئے۔ جو آیات میں نے پڑھی تھیں اُن کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ اور اس کے عہد کو جسے اُس نے تمہارے ساتھ مضبوطی سے باندھا۔ جب تم نے کہا کہ ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ یقیناً سینوں کی باتیں خوب جانتا ہے۔''

پھر سورۃ نور کی آیت بھی تلاوت میں آئی تھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں''۔

ان آیات کے مضمون اور طرز تخاطب سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔ گو یہ آیت ہر مسلمان کو اس عہد اور اُس نعمت کی یاد دلاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مسلمانوں پر اُتاری۔ یہ نعمت جس کی اطاعت کا عہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہونے والوں کو اس کی پابندی کرنے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔

ایک نعمت پندرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اتاری، اُسے ہم نے قبول کیا۔ ہمارے آباؤ اجداد نے قبول کیا اور بڑی حفاظت سے وہ نعمت ہم تک پہنچائی۔ اور پھر چودھویں صدی میں آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق آخرین کے لئے بھی یہ نعمت اُتاری جس نے پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیا۔ پس اس نعمت کی قدر کرنا، اُسے ہمیشہ یاد رکھنا، اس سے استفادہ کرنا ہر احمدی مسلمان مومن کا کام ہے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت کے بعد جس دائمی قدرت کے جاری ہونے کی ضمانت دی تھی جو پھر ایک نعمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس کی قدر کرنا اور اس سے اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے کا بھی حکم ہے۔ ان نعمتوں کی قدر کا حق ہم اُس وقت ادا کرنے والے ہوں گے یا ادا کرنے والے کہلا سکیں گے جب تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے اس عہد کو پورا کرنے والے ہونگے جو ایک مسلمان نے اور پھر ایک احمدی مسلمان نے اسلام اور احمدیت قبول کرتے ہوئے کیا ہے اور کرتا ہے۔ اس عہد کی مضبوطی اُس وقت ہوگی جب تمام شرائط بیعت کو، تقویٰ کے باریک در باریک معنوں کو بھی ہم ماننے والے ہوں گے۔ جب اطاعت کے معیار قائم کرنے والے ہوں گے۔ وہ مسلمان جنہوں نے اِس زمانے کے امام کو نہیں مانا، آخرین کو پہلوں سے مِلانے والوں کی نہ صرف نفی کی اور انکار کیا بلکہ استہزاء، ہنسی، ٹھٹھا اور بدظنی میں تمام حدوں کو پھلانگ گئے اور وہ تمام لوگ جو ان دنیاوی قوتوں کی وجہ سے مسیح و مہدی کے انکاری ہوئے، اس اطاعت سے باہر نکلنے والے ہوگئے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا باوجود قرآن کریم پڑھنے کے اللہ کا تقویٰ اُن کے سینوں سے نکل گیا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ صرف علماء ذمہ دار ہیں کہ اُن کا کام راہنمائی کرنا تھا جو نہ صرف انہوں نے نہیں کی بلکہ دوسروں کو بھی مخالفت پر اُبھارا۔ علماء کے پیچھے چلنے والے غیر اگر یہ جواب دیں کہ پھر ہم کیا کریں، ہم تو کم علم تھے یا ہیں تو اِس عذر کو قرآن کریم نے کئی جگہ پر ردّ فرمایا ہے۔ یہ عُذر کسی کام نہیں آئے گا۔ یہ باتیں تقویٰ سے بعید ہیں۔ اس میں وَاتَّقُوا اللّٰہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے وارننگ دے دی کہ کیوں دنیاوی خوفوں کی وجہ سے تم نے تقویٰ سے کام نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ اِن بھڑکانے والوں کے سینوں کی باتیں بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُنہیں فرمائے گا کہ تمہارے سینوں کی باتیں بھی مَیں جانتا ہوں۔

پس یہ تو ہے اُن کی بات جو انکاری ہیں لیکن ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں اب کیا کرنا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا تقویٰ کے باریک در باریک پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے عہد بیعت کو بھی نبھانا ہے۔ یہ عہد بیعت کیا ہے؟ یہ عہد بیعت وہ شرائط ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی تھیں۔ اس عہد کی مضبوطی تب ہوگی جب آپ کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے ساتھ اس بات پر بھی یقین رکھنے والے ہوں گے کہ جو آپ نے فرمایا کہ ''تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے''۔ (الوصیت روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 305) جو میرے جانے کے بعد آئے گی۔ پس یہ جو بعض لوگوں کے ذہن میں ہے اور اس کو میں کہتا ہوں خنّاس فرمایا گیا تھا اور آج بھی بعض ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کو مانتے ہیں۔ خلافت کی بیعت ضروری نہیں۔ یہ لوگ نعمت کے بھی انکاری ہیں اور عہد کو بھی توڑنے والے ہیں۔ اور نتیجۃً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت سے بھی باہر نکلنے والے ہیں۔ پس تقویٰ پر چلنے والے اور نعمت کی قدر کرنے والے اور عہد کی پابندی کرنے والے اور اطاعت کے کامل دائرہ میں رہنے والے وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کرنے والے ہیں اور نبی پر ایمان لانے والے ہیں اور کامل ایمان لانے والے ہیں اور خلافت سے بھی پختہ تعلق قائم رکھنے والے ہیں۔

پس اس لحاظ سے آپ اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جو ان تمام باتوں پر عمل کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سب کچھ مان لینے اور کر لینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان ماننے والوں اور اطاعت میں آنے والوں کو فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰہ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہ جو تمام باتیں ہیں، شرائط ہیں ان پر قائم رہنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ ایمان کو کمال تک پہنچانے کے لئے اللہ کا خوف اور تقویٰ ضروری ہے۔ تقویٰ کے بھی آگے کئی مرحلے ہیں۔ پس آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام کیا اور اپنے بے انتہا فضلوں سے ہمیں نوازا اور آج ہم خلافت احمدیہ کے (100) سو سال پورے ہوتے بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور نہ صرف (100) سو سال پورے ہوتے دیکھ رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے کامیابیوں اور کامرانیوں کے جلو میں اسے آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

جماعت کس طرح اللہ تعالیٰ کے انعاموں اور فضلوں کو سمیٹ رہی ہے یا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کس طرح ہو رہی ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ روایت ہے دوسرے دن کی تقریر میں بتایا جاتا ہے۔ کل انشاء اللہ اس بارہ میں بتاؤں گا۔ تو بہرحال جماعتی ترقیات اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور اَن گنت احسانات اور فضل جو جماعت پر برس رہے ہیں یہ ہمیں اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں، تقویٰ میں قدم بڑھاتے چلے جانے والے ہونے چاہئیں تا کہ ہم میں سے ہر شخص اُن برکات سے فیض پانے والا بنتا چلا جائے جو اللہ تعالیٰ جماعت پر نازل فرما رہا ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''بعض گناہ موٹے موٹے ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ بولنا، زنا کرنا، خیانت، جھوٹی گواہی دینا اور اتلافِ حقوق، شرک کرنا وغیرہ''۔

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 653 جدید ایڈیشن)

اب دیکھیں جھوٹی گواہی اور دوسروں کے حق مارنے کو آپ نے زنا اور شرک کے ساتھ رکھا ہے۔ یعنی جھوٹ، خیانت، جھوٹی گواہی اور دوسروں کے حق مارنا جو اکثر مقدموں میں کر جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ جھگڑوں میں بھی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ بعض لالچ میں کر جاتے ہیں لیکن نہیں سمجھتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو زنا اور شرک کے برابر گناہوں کی فہرست میں شامل فرمایا ہے۔ مثلاً گزشتہ دنوں میں مَیں نے خطبہ دیا تھا کہ ٹیکس چوری نہ کریں۔ جھوٹی آمد یا مالی حالات جو ہیں وہ غلط طور پر حکومت سے نہ چھپائیں بلکہ سچی بات کریں تو مجھے خط آئے کہ ہم سمجھے تھے کہ اس حد تک غلط بیانی کر کے حکومت سے منافع لینا جائز ہے۔ اب ہمیں سمجھ آگئی ہے اب ہم نے بند کر دیا ہے۔ اسی طرح عدالتوں میں اور قضا میں بغیر سوچے سمجھے جھوٹی گواہیاں بھی دیتے ہیں یہ سب تقویٰ سے دُور کرنے والی باتیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی کو جب نصیحت کی جاتی ہے تو فوراً ردّ عمل کے طور پر اس کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور اُس برائی کو دور کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ایک برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے ساتھ دلی تعلق پیدا کیا ہوا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''لیکن بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گِلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا اقرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا (الحجرات:13) خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔ یہ سب بُرے کام ہیں۔ ایسا ہی بخل، غضب یہ سب بُرے کام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کے موافق پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان ان سے پرہیز کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے جو خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے، ہاتھوں سے یا پاؤں سے، بچتا رہے۔ کیونکہ فرمایا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُوْلٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:37) یعنی جس بات کا علم نہیں خواہ نخواہ اس کی پیروی مت کرو۔ کیونکہ کان، آنکھ، دل اور ہر ایک عضو سے پوچھا جاوے گا۔

بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا۔ یہ بہت بری بات ہے۔ جس کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اس کو دل میں جگہ مت دو۔ یہ اصل بدظنّی کو دُور کرنے کے لئے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے''۔ (جب تک صحیح طرح دیکھ نہ لو غور نہ کر لو ایسی باتوں کو دل میں جگہ نہ دو)۔ ''اور نہ ایسی بات زبان پر لائے۔ یہ کیسی محکم اور مضبوط بات ہے۔ بہت سے انسان ہیں جو زبان کے ذریعہ پکڑے جائیں گے۔ یہاں دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی محض زبان کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں اور اُنہیں بہت کچھ ندامت اور نقصان اُٹھانا پڑتا ہے''۔ (ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 653 تا 654 جدید ایڈیشن)

اب دیکھیں کس باریکی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں تقویٰ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اب گِلہ کرنا بھی عام بات سمجھی جاتی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے شکوے شکایات ہیں جو پھر دوسرے کے بارے میں اُس کی غیر حاضری میں غیبت کی طرف

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

لے جاتے ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں اس ابتدائی حالت سے ہی ہوشیار فرما رہے ہیں کہ یہی چیزیں پھر غیبت اور چغلی بن جاتی ہیں۔ گلہ کرنا جو ہے یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اُس طرح ہی ہے جس طرح مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایسا ہی قرار دیا ہے جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ اور کوئی پسند نہیں کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اگر کسی کی اصلاح چاہتے ہیں تو علیحدگی میں سمجھائیں۔ اگر کسی سے اپنے بارے میں سن کر شکایت پیدا ہوتی ہے تو اسے ٹھنڈے دل سے سمجھا کر وہ غلط فہمی دُور کریں۔ اس کے لئے دعا کریں۔ ورنہ یہ فاصلے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور بھائی کے بھائی سے تعلقات نہیں رہتے۔ بلکہ پھر وہ کینوں اور بغضوں اور لڑائیوں میں بدل جاتے ہیں۔ پھر آپ نے بخل اور غضب کی نشاندہی فرمائی کیونکہ یہ سب دلوں کی سختی کا باعث بنتے ہیں۔ اور جب دل دوسرے کے لئے سخت پڑ جائیں تو تقویٰ سے دُوری پڑ جاتی ہے۔

پس اگر تقویٰ سے قریب ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرنا ہے تو پھر ہر قسم کے گناہ سے بچنا ایک مومن کا کام ہے۔ کیونکہ جب انسان خدا کے حضور پیش ہوگا تو کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ جرم ثابت کیا جائے۔ ایک تو خدا تعالیٰ خود جانتا ہے کہ بندے نے کیا عمل کیا ہے۔ جو کچھ انسان اس دنیا میں کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ دوسرے ہر گناہ اور ہر غلط حرکت کے بارے میں جسم کا ہر عضو خود بولے گا۔ پس یہ بڑے ہی خوف کا مقام ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں بہت سی بدیاں صرف بدظنی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس بدظنی سے بچو۔ اور بدظنی سے کس طرح بچنا ہے فرمایا کہ ہر بات کو بغیر تحقیق کے نہ مان لیا کرو۔ یہ نہیں ہے کہ بغیر بات سنے ہی اس پر بدظنی شروع کر دو۔ بلکہ پہلے بات سنو اور سن کر اس کو دیکھو، غور کرو، اس کا مشاہدہ کرو، پھر فیصلہ کرو۔ ایک دوسرے کے بارے میں جب بات سنتے ہیں تو بہت سے جھگڑے اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ ادھر بات سنی اور اُدھر مغلوب الغضب ہو کر فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ یا دل میں اسے جگہ دے کر پھر ایسی شکل اختیار کر لی جو بڑھتے بڑھتے کینہ میں تبدیل ہو گئی۔ اور ایسے لوگ پھر ایک رسّی سے چمٹے ہونے کا نظارہ دکھانے کی بجائے پھٹے ہوئے دلوں کا نظارہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ’’بڑے بڑے اور کھلے گناہوں سے تو اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خون نہیں کیا۔ نقب زنی نہیں کی یا اور اس قسم کے بڑے بڑے گناہ نہیں کئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنہوں نے کسی کا گلہ نہیں کیا۔ یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اس کو رنج نہیں پہنچایا۔ یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی۔ یا کم از کم دل کے خطرات پر استقلال نہیں کیا؟ مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جو اِن باتوں کی رعایت رکھتے ہوں اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ ورنہ کثرت سے ایسے لوگ ملیں گے جو تقریباً جھوٹ بولتے ہیں اور ہر وقت ان کی مجلسوں میں دوسروں کا شکوہ شکایت ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ طرح طرح سے اپنے کمزور اور ضعیف بھائیوں کو دکھ دیتے ہیں‘‘۔ فرمایا ’’اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ مَیں اس وقت بُرے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا‘‘۔ فرمایا ’’قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک اوامر اور نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے .... خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہرگز منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے، ظلم اور خیانت کرتا ہے وہ وحدت کا دشمن ہے۔ جب تک یہ بدخیال دل سے دور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلہ کو سب سے اوّل رکھا‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ 655-654 جدید ایڈیشن)

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ آج ہم جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ آج اگر کوئی جماعت اس دنیا میں ہے جس میں وحدت نظر آتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ تو ہمیں ان برائیوں کو جو بنیادی برائیاں ہیں دُور کرنا ہوگا اور ان کو دُور کرنا ضروری ہے۔ اور ان تمام نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یا تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہے۔ اگر ہم یہ اختیار کر لیں گے تو ہم کہہ سکیں گے کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ فَـائِـزُون میں سے ہیں۔ ان لوگوں میں سے ہیں جو بامراد ہیں۔ اور جو بامراد ہوں گے پھر وہ اس انعام سے فیض پانے والے ہوں گے جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہمیں خلافت کے بندھن سے جوڑ دیا ہے۔

پس آج جلسے میں شامل ہر احمدی بلکہ دنیا میں کہیں بھی بیٹھا ہوا ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے تقویٰ پر چلتے ہوئے آپس کے تعلقات کو بھی مضبوط کرنا ہے۔ پیار محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں اور لغزشوں کو بخشنا ہے۔ بدظنیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے تا کہ وہ وحدت پیش کر سکیں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اس انعام سے فیضیاب ہو سکیں جو خلافت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے تو اس وحدت کی برکت سے ہمیں نقصان پہنچانے کی دشمن کی ہر کوشش خود بخود ناکامیوں اور نامرادیوں میں بدل جائے گی۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی کا دل تقویٰ سے پُر ہو جائے اور کبھی کوئی احمدی بھی اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے اس لڑی سے باہر نکلنے والا نہ بنے جو اللہ تعالیٰ نے ایک وحدت کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’مجھے یہ وحی بار بار ہوئی۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ‘‘ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں) فرماتے ہیں ’’اور اتنی مرتبہ ہوئی کہ مَیں گن نہیں سکتا۔ خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ صرف اس بات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں یا صرف خشک خیالی ایمان سے راضی ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی معیّت اور نصرت اُس وقت ملے گی جب سچا تقویٰ ہو اور پھر نیکی ساتھ ہو‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 653-652 جدید ایڈیشن)

پس اس کے لئے ہر احمدی کو خاص کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جلسے کے دن بھی اپنے فضل سے ہمیں اس لئے عطا فرمائے ہیں کہ ہم ان نیکیوں کی طرف توجہ دیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں۔ اور ان برائیوں سے بچیں جن سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں دعاؤں اور توجہ کے ساتھ ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے اور تقویٰ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ نسل در نسل ہم اس وحدت میں پروئے رہیں جس کا قیام خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: .... از صفحہ نمبر 2

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ایک شیعہ دوست کے نام مکتوب

اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا اور لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ اور تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ کی تفسیر بھی مجھے یاد نہ ہوتی اور حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ میں آپ نے عطف کے کرنے میں سخت غلطی کی ہے۔ یہ مَنِ اتَّبَعَکَ حسب کا مفعول ہے اور کاف پر معطوف ہے ای حَسْبُکَ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ اللّٰہُ۔

جناب حکیم مہدی صاحب نے فقیر سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ امیر علیہ السلام کی بلافصل امامت کو قطعی الدلالۃ نص سے ثابت کر دیں گے۔ ان سے عرض کر دیجئے قبل از ارقام مسئلہ ان کلمات کو دیکھ رکھیں تشیید المطاعن کے نمبر 374 میں ہے۔ اکثر احکام از قرآن مستنبط نمی شود آنچہ مستنبط می شود در غایۃ اجمال واشکال وتشابہ است واختلاف عظیم در فہم احکام از انہا شدہ بعض گفتہ اند محکم تریں آیات کریمہ آیۃ وضو است وقریب بصد تشابہ درانست ودر قرآن ناسخ ومنسوخ محکم متشابہ ظاہر و ماول عام خاص مطلق مقید وغیرہا بسیار است۔ پس چگونہ کتاب کہ برائے رفع اختلاف کافی باشد انتہٰی۔

وَ قَالَ عَلِیٌّ اَنَا کَلَامُ اللّٰہِ النَّاطِقُ وَھٰذَا کَلَامُ اللّٰہِ الصَّامِتُ۔ ترتیب عثمانی کا بگاڑ مزید برآں رہا۔ یہ تو قرآن غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ اور عَرَبِیٌّ مُّبِیْن کا آپ کے ہاں حال ہے جس کو خدا نے اختلاف مٹانے کو نازل کیا۔ قَالَ اللّٰہُ وَ اَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ۔ اور خدائی کتاب کا ناطق ہونا اس آیت سے ثابت ہے ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اور کَلَامُ اللّٰہِ النَّاطِقُ علیہ السلام کے اقوال کی حجیت کا یہ حال ہے کہ تقیہ کا احتمال آپ کی ہر ایک کلام میں موجود ہے۔ دیکھو تہذیب الاحکام میں ابوجعفر طوسی نے جناب امیرؑ سے روایت کی قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الْحُمُرَ الْاَھْلِیَّۃَ وَ نِکَاحَ الْمُتْعَۃِ۔ شیعہ علما کہتے ہیں تقیہ کے باعث کہا ہے اور حدیث مَنْ مَاتَ وَ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود نہیں۔ پھر اس میں تخصیص امام اور عدم فصل کا ذکر نہیں۔ پھر باتفاق ماوشما اس زمانہ کے امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا قرآن امام ہے اور کتاب کا امام ہونا مِنْ قَبْلِہٖ کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا میں دیکھئے۔

عبقات میں حدیث غدیر پر زور دیا ہے اِلّا مصنف ہر سلسلہ سند میں صرف ایک راوی کی مدح کسی کتاب سے نقل کرتا ہے پھر مادح کی مدح پھر اس کی کتاب کی مدح میں تطویل کرتا ہے۔ تمام کتاب میں سند کے کُل رجال کا حال نقل نہیں کرتا۔ پس یا دھوکہ میں ہے یا دھوکہ دیتا ہے۔ واللہ علم۔

فقط ابوسامہ نورالدین 1880ء

مریم شادی فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 28/ فروری 2003ء کو ’’مریم شادی فنڈ‘‘ کی تحریک فرمائی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے تحت اب تک کئی بے سہارا، مستحق اور یتیم بچیوں کی باعزت طور پر شادیاں کروائی جا چکی ہیں اور اس فنڈ سے بہت خرچ ہو رہا ہے۔

ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی عطا فرمائی ہوئی ہے وہ شکرانے کے طور پر اپنی استطاعت کے مطابق اس کارخیر میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (ایڈیشنل وکیل المال۔ لندن)

THOMPSON & Co. SOLICITORS
New Office in Fleet Street
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Criminal Litigation and Civil & Commercial Litigation.
Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan.
Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 2-3 Hind Court, Fleet Street, London EC4A 3DL. Tel: 020 7936 2427
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات ورسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت میاں محمد جان صاحبؓ وزیرآباد

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 27/اپریل 2009ء میں حضرت میاں محمد جان صاحبؓ (یکے از صحابہ 313) کا مختصر ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔

حضرت میاں محمد جان صاحبؓ ولد محمد بخش صاحب وزیرآباد کے رہنے والے تھے اور اہلحدیث تحریک میں شریک تھے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے اطلاع ہوئی تو آپ نے تحقیق کے بعد جلد ہی قبول حق کی سعادت پائی۔ آپؓ نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کی معیت میں حضرت اقدسؑ کی بیعت کی تھی اور غالباً وزیرآباد میں سب سے پہلے احمدی تھے۔ آپ کی بیعت 27دسمبر 1891ء کی ہے۔ رجسٹر بیعت میں آپ کا نام 182 نمبر پر یوں درج ہے: شیخ محمد جان سکنہ وزیرآباد ملازم محل چوب برادرراجہ امرسنگھ صاحب جموں۔

آپ جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ 1891ء میں بھی شامل ہوئے۔ ’’آسمانی فیصلہ‘‘، ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں شمولیت جلسہ سالانہ 1891ء، 1892ء اور ’’سراج منیر‘‘ چندہ مہمانخانہ، ’’تحفہ قیصریہ‘‘ میں جلسہ ڈائمنڈ جوبلی اور ’’کتاب البریہ‘‘ میں پُرامن جماعت میں ذکر کیا۔

آپؓ کی وفات 27/اپریل 1938ء کو ہوئی۔

ایک زندہ کہانی

ماہنامہ ’’النور‘‘ امریکہ جون 2009ء میں مکرم محمد شریف خان صاحب کے قلم سے ایک سچی مگر افسانوی داستان شامل اشاعت ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم بچپن سے سنتے آرہے تھے کہ ہمارے دادا جان آسٹریلیا میں رہتے ہیں۔ ہم نے اُن کی تصاویر بھی دیکھی تھیں، ایک بوڑھا شخص، بشاش چہرہ اور تیز نگاہیں۔ ہم بچے سمجھتے تھے کہ دادا جان جنت نظیر جگہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جب بڑے ہوئے تو پتہ لگا کہ وہ بہترین زندگی کی تلاش میں اپنا گھربار چھوڑ کر گئے تھے اور اس کی جستجو میں بدقسمتی اور دردناک سزا میں مبتلا ہوگئے۔

عبدالحکیم قریشی 1875ء میں محمد عظیم قریشی کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت انگریزوں کے قبضہ سے متأثر ہوکر مقامی افراد بھی اُن کا رنگ اپنانے لگے تھے۔ ہائی سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد حکیم نے کالج جانے سے انکار کر دیا اور یورپ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ اُن کے والد ایک گورنمنٹ آفیسر تھے۔ والدین کے سمجھانے اور دھمکیوں کے باوجود حکیم کا باہر جانے کا جوش ٹھنڈا نہ پڑا تو والدین نے اُس کی شادی کردینے کا ارادہ کیا کہ شاید شادی کی ذمہ داریاں اُس کا رویہ بہتر کردیں۔ جلد ہی عظیم کی بھتیجی محمد بی بی بہو بن کر گھر میں آگئیں۔ دلہن ایک معصوم دیہاتی لڑکی تھی، جو اَن پڑھ ہونے کے باوجود قرآن کریم پڑھنا جانتی تھی۔ یہ جوڑا ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا لیکن حکیم کو باہر جانے کا خیال اب تک دل سے نہیں گیا تھا۔

ایک صبح حکیم اپنے بستر سے غائب تھا۔ ہر جگہ تلاش کیا گیا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ دلہن چند ماہ انتظار کے بعد آخر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی جو لاہور سے سومیل دُور ایک گاؤں میں رہتا تھا، وہاں امام مسجد تھا اور قرآن پڑھانے اور لکھنا پڑھنا جاننے کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اُس کے ہاں ایک تندرست بچہ کی ولادت ہوئی جس کا نام اُس نے حبیب اللہ رکھا۔ اِس بچے کی پرورش میں اُس نے اپنے خاوند کو بھلا دیا۔ بچہ دیہی مضافات میں پل بڑھ کر ایک صحت مند نوجوان بن گیا۔

دوسری طرف رات کو گھر سے نکلنے کے بعد حکیم ٹرین کے ذریعہ ممبئی پہنچا اور وہاں بندرگاہ پر آسٹریلیا جانے والے بحری جہاز میں ملازم ہوکر آسٹریلیا آ گیا۔ اُس نے وہاں لگن اور محنت سے مزدوری کر کے اپنی کپڑے کی دکان ڈال لی۔ پانچ سال میں وہاں settle ہونے کے بعد اُسے گھر اور والدین کی یاد آنے لگی تو اُس نے ایک خط کے ذریعہ گھر پر اپنے حالات کی اطلاع دی۔ خط ملنے پر اُس کے والدین اُس دکھ سے آزاد ہوگئے جس میں چھ سالوں سے مبتلا تھے۔ تاہم خط پر واپسی کا پتہ درج نہ تھا کہ وہ اُس کا جواب دے سکیں۔ یہ خوشخبری چکسان گاؤں میں بھی پہنچ گئی جس کو سن کر محمد بی بی کے دل میں بھی امید کی کرن طلوع ہوئی۔ چھ ماہ بعد ایک خط اَور ملا اور پھر ایک سال کے وقفہ کے بعد۔ جس پر حکیم نے اپنا پتہ بھی لکھا تھا۔ والد نے دردمندانہ جواب میں اُسے گھر کے حالات سے آگاہ کیا اور اُس کے بیٹے کے بارہ میں بتایا۔ بزرگ والدین کی امید کی کرن جلد تاریک ہوگئی جب حکیم نے جواباً لکھا کہ اُس نے وہاں پر شادی کر لی ہے اور چار بچوں کا باپ ہے اور واپس آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ جواب ملنے پر بوڑھے والدین کو اس قدر دکھ پہنچا کہ انہوں نے حکیم سے سب روابط ختم کر دیئے۔

حکیم آسٹریلیا میں اپنی بیوی اور کاروبار سے مطمئن تھا۔ ایک آئرش کیتھولک ’’مَیری‘‘ اُس کی بیوی تھی۔ اُن کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں تھیں۔ حکیم کے پاس وہ سب تھا جس کی اُسے خواہش تھی۔ لیکن جلد ہی حکیم کا جنت نظیر گھر بکھر گیا جب میاں بیوی کو معلوم ہوا کہ دونوں کے اعتقاد میں کتنا فاصلہ ہے اور وہ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حکیم سڈنی میں مسجد جاتا جبکہ مَیری چرچ جاتی۔ دونوں ایک دوسرے سے مذہبی گفتگو میں جیتنے کی کوشش کرتے۔ دُوریاں اَور بھی بڑھ گئیں جب بچے جوان ہوئے۔ ماں اُن کو چرچ لے جاتی جبکہ باپ اُنہیں مسجد لے جاتا۔ یہ تکرار اُس وقت اَور بھی بڑھ گئی جب بچے شادی کی عمر کو پہنچ گئے۔ ......

اِن حالات میں حکیم نے اپنے والدین کو باقاعدگی سے خط لکھنے شروع کر دیئے۔ اُسے احساس ہونے لگا تھا کہ اُس کے والدین کتنے سمجھدار اور پیار کرنے والے تھے۔ اُسے اپنی بیوی کی محبت یاد آنے لگی۔ خطوط لکھنے سے اُس کو کچھ مصیبتوں سے نجات ملی۔ حالات نے پھر رُخ بدلا۔ کیونکہ مَیری کے ہاتھ ایک خط لگ گیا جو اردو میں حکیم کو لکھا گیا تھا، اُس نے وہ ایک اردو بولنے والے سے پڑھوالیا تو اُسے معلوم ہوا کہ حکیم پہلے سے ہی شادی شدہ اور ایک بیٹے کا باپ بھی ہے۔ یہ بات اُس کے لئے ایک ناقابل برداشت بات تھی۔ اُس نے خلع کا مطالبہ کیا اور بچوں کو اپنے ساتھ لے گئی۔ والدین کی تکرار نے بچوں پر اتنا برا اثر ڈالا کہ بیٹا جوزف شرابی ہونے کے بعد اس دنیا سے چل بسا۔ ایک بیٹی سلویا نے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ چھوٹی دو بیٹیوں نے عیسائی طریق کے مطابق شادیاں کیں لیکن آپس کا تعلق ختم کر دیا اور ایک دوسرے سے لاپتہ ہوگئیں۔

مَیری ذہنی طور پر بُری طرح متأثر ہوئی اور تین بار شادی کرکے اپنی کھوئی ہوئی خوشی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آخر وہ بھی اس دنیا سے گزر گئی۔ ہمت ہارا ہوا حکیم بھی خوش نہیں تھا۔ وہ سب کچھ لٹا چکا تھا، پیار کرنے والی بیوی، بچے اور خوشیوں سے بھرا گھر۔ اُس نے دوبارہ انڈیا جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب وہ آیا تو اُس کے والدین فوت ہوچکے تھے اور اُس کی بیوی محمد بی بی اُسے دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اُس کا بیٹا حبیب اللہ جو کہ شادی شدہ تھا اور اپنی فیملی کے ساتھ آرمی میڈکل سروس پر افریقہ میں تھا، اور احمدیت قبول کر چکا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ خط وکتابت میں احمدیت میں داخل ہونے کی دعوت دے چکا تھا، لیکن ہر دفعہ حکیم اُسے مسترد کر دیتا اور برا بھلا کہتا۔

ہر دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد جب حکیم نے اُسے بند پایا تو 1935ء میں بیٹے کو ملنے افریقہ جانے کا ارادہ کیا۔ پہلی ملاقات میں بیٹے اور باپ کے چہروں پر خوشی اور غمی کے تاثرات تھے۔ بیٹے کی آنکھوں نے باپ سے کافی سوال پوچھے جن کے جواب میں حکیم نم آنکھوں کے ساتھ اپنا سر نیچے کر لیتا۔ حکیم اپنے بیٹے کی آنکھوں میں تمام نہ پوچھے جانے والے سوالات پڑھ سکتا تھا کہ کس طرح اُس کا بیٹا اپنی ماں کے ساتھ مشکل مراحل سے گزرا اور بے باپ زندگی بسر کرتا رہا۔ حکیم وہاں قریباً ایک ماہ رہا اور اپنے پوتوں کے ساتھ خوش کن وقت گزارنے کے بعد وہ آسٹریلیا واپس روانہ ہوگیا لیکن باپ، بیٹے اور پوتوں میں باقاعدہ رابطہ رہنے لگا اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ تعلق مضبوط ہوتا گیا۔

افریقہ میں بچے بڑے ہورہے تھے اس لئے ڈاکٹر حبیب اللہ خان اپنی فیملی کو قادیان چھوڑ آئے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ فیملی وہاں سے پاکستان ہجرت کرگئی اور اپنے پیچھے اپنا سازوسامان اور ایک بیٹا محمد منیر شامی چھوڑ دیا جس کو سکھوں نے قادیان میں شہید کردیا۔ فیملی اپنی دادی کے پاس چکسان میں آکر آباد ہوگئی۔ پھر حبیب اللہ خان اپنی ملازمت سے ریٹائر ہوکر گھکڑ (پاکستان) میں رہائش پذیر ہوگئے۔

1952ء میں حکیم نے بیٹے کو لکھا کہ وہ بہت بوڑھا ہوچکا ہے (94 سال) اور اس کے گردے فیل ہورہے ہیں، وہ چاہتا ہے کہ اُس کی وفات اور تدفین پاکستان میں ہو اور اُس نے لاہور کی سیٹ بک کروالی ہے۔ یہ پڑھ کر ہم بہت خوش ہوئے اور دادا جان کا بیقراری سے انتظار کرنے لگے لیکن جب آمد کی تاریخ گزر گئی تو فکر ہوئی، حتیٰ کہ دادا جان کے داماد نے ہمیں اطلاع دی کہ اُن کی اچانک طبیعت خراب ہونے پر انہیں ہسپتال داخل کروادیا گیا تھا لیکن وہ وہاں پر جانبر نہ ہوسکے اور اُن کو سڈنی میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفنا دیا گیا ہے۔ تو اُن کی آخری خواہش کہ اُن کی وفات اور تدفین اپنے ملک میں ہو، یہ بھی پوری نہ ہو پائی۔

میرے والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب 1974ء میں وفات پاگئے تو اُن کے کاغذات کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے دادا جان کی طرف سے لکھے ہوئے کافی خطوط ملے۔ طبعی طور پر مجھے اپنے آسٹریلیا کے عزیزوں سے رابطہ کرنے کا خیال آیا، چنانچہ میں نے اُنہیں خط میں اپنا تعارف کروایا اور رابطہ قائم کرنے کے لئے کہا۔ تقریباً تین ماہ بعد مجھے ایک خط ملا جو دادا جان کی نواسی کی طرف سے تھا۔ میری گزارش پر کہ ’’دادا جان کہاں مدفون ہیں‘‘ اُس نے پوچھا کہ ’’آیا حکیم ہندو، سکھ، عیسائی یا یہودی تھا؟‘‘۔ جس پر مجھے کافی دھچکا لگا کہ وہ اپنے نانا کا مذہب بھی نہیں جانتی۔ جو شخص اپنے ملک کا رستہ بھول گیا، والدین، پیار کرنے والی بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر اچھے مستقبل کی تلاش میں نکلا لیکن سب کچھ ہی کھو بیٹھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے درس القرآن کلاس میں سورۃ البقرۃ کی آیت 222 ’’اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مومن لونڈی، ایک (آزاد) مُشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں کیسی ہی پسند آئے۔ اور مُشرک مَردوں سے (اپنی لڑکیوں کو) نہ بیاہا کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مومن غلام، ایک (آزاد) مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں کیسا ہی پسند آئے۔ ......‘‘۔ اِس کی تشریح میں حضورؒ نے فرمایا: ’’زندگی عیش سے گزارنے کے لئے کچھ لوگ ایسی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں جو ایمان میں کمزور ہوتی ہیں۔ جو عورت ایمان میں کمزور ہوتی ہے وہ اپنی نسل تباہ کر بیٹھتی ہے۔ مرد بھی نقش قدم پر چل کر جنت گنوا بیٹھتے ہیں (صحیح خوشی)‘‘۔

چنانچہ پختہ مذہبی انسان ہونے کے باوجود، اسلام کی تعلیم سے صرف ایک قدم باہر نکالنے کی وجہ سے حکیم بُری طرح نامرادیوں کی تاریکیوں میں گر گیا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے، کیونکہ جو سزا وہ کاٹ چکا وہ اب اُس کا ماضی ہے۔ یہ کہانی اُن کو خبردار کرتی ہے جو مغرب کی بناوٹی خوبصورتی سے متأثر ہوجاتے ہیں، اور اپنی روایات اور مذہب کو بھلا بیٹھتے ہیں، چنانچہ پھر سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ ایک مجلس عرفان میں اس سوال پر کہ ’’اسلام تو اہل کتاب سے شادی کی اجازت دیتا ہے‘‘ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا: ’’ٹھیک ہے جب آپ شادی کرلیں تو پھر یہ برداشت کرلیں گے کہ آپ کے بچے چرچ جائیں، اور اس وجہ سے آپ اپنے گھر کی تمام خوشیاں گنوا بیٹھیں گے‘‘؟

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 26 اگست 2008ء میں مکرم اعظم نوید صاحب کا کلام شامل اشاعت ہے۔ اِس کلام میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔

مہتاب سے عارض ہیں تو زُہرہ سی جبیں ہے
اس جیسا کوئی شخص زمانے میں نہیں ہے
چہرہ ہے حسیں ایسا نظر ٹکنے نہیں پاتی
اک نور کا دریا ہے جو لندن میں مکیں ہے
وہ شہد بھرا لہجہ ہے کہ الفت ہے ٹپکتی
اخلاق میں وہ حسن کہ جگ زیرِ نگیں ہے
ہر لفظ ترا پیار کا انمول خزانہ
ہر قول ترا نورِ فراست کا امیں ہے
بتلاؤ کوئی ایسا ہے محبوب جہاں میں
ہر ایک ادا جس کی یہاں دُرِّ ثمیں ہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

17th June 2011 – 23rd June 2011

Please note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday 17th June 2011

00:00 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an
00:10 Insight
00:20 Qur'anic Archaeology: a discussion on Islamic culture and archaeology.
01:10 Liqa Ma'al Arab: a regular sitting of Arabic speaking friends with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 23rd July 1997.
02:10 Historic Facts
02:55 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 14th June 1995.
04:00 Moshaairah: an evening of pre-recorded poetry.
04:55 Jalsa Salana United Kingdom: concluding address delivered by Huzoor on 1st August 2010.
06:05 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:35 Historic Facts
07:10 Children's class with Huzoor.
08:15 Siraiki Service
08:55 Rah-e-Huda: An interactive talk show answering questions about the beliefs of the Ahmadiyya Muslim Community. Recorded on 11th June 2011.
10:30 Indonesian Service
12:00 Live Friday sermon: delivered by Huzoor from Baitul Futuh Mosque, London.
13:15 Tilawat: recitation of the Holy Qur'an.
13:30 Dars-e-Hadith
13:50 Zinda Log: A documentary about the martyrs of Ahmadiyyat.
14:20 Bengali Service
15:25 Real Talk
16:30 Friday Sermon [R]
18:00 MTA World News
18:30 Majlis Ansarullah UK Ijtema: an address deliverd by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad on 5th November 2006.
19:10 Seerat Sahaba Rasool (saw): A series of Urdu discussion programmes about the companions of the Holy Prophet (saw).
19:30 Yassarnal Qur'an
20:00 Fiqahi Masail
20:35 Friday Sermon
22:00 Insight
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday 18th June 2011

00:00 MTA World News
00:20 Tilawat
00:30 International Jama'at News
01:00 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 31st July 1997.
02:10 Fiqahi Masail
02:45 Friday Sermon: rec. on 17th June 2011.
04:00 Seerat Sahaba Rasool (saw): A series of Urdu discussion programmes about the companions of the Holy Prophet (saw).
04:25 Rah-e-Huda: rec. on on 11th June 2011.
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:35 International Jama'at News
07:10 Yassarnal Qur'an
07:30 Jalsa Salana Qadian: concluding address delivered by Huzoor, on 28th December 2010.
08:35 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 31st January 1998.
09:30 Friday Sermon [R]
10:45 Indonesian Service
12:00 Tilawat & Dars-e-Hadith
12:25 Zinda Log
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan: poem request programme.
14:05 Bengali Service
15:05 Children's class with Huzoor.
16:20 Live Rah-e-Huda
18:00 MTA World News
18:15 Children's class [R]
19:30 Faith Matters: an English question and answer programme.
20:30 International Jama'at News
21:15 Intikhab-e-Sukhan [R]
22:20 Rah-e-Huda [R]

Sunday 19th June 2011

00:00 MTA World News
00:15 Friday Sermon: rec. on 17th June 2011.
01:30 Tilawat
01:40 Dars-e-Hadith
02:00 Liqa Ma'al Arab: rec. on 3rd September 1997.
03:20 Friday Sermon [R]
04:35 Yassarnal Qur'an
04:55 Faith Matters
06:00 Tilawat
06:10 Dars-e-Hadith
06:20 Children's class with Huzoor.
07:30 Children's Corner
08:05 Faith Matters
09:05 Jalsa Salana Bangladesh: opening address delivered by Huzoor, on 6th February 2011, from Baitul Futuh Mosque, London
10:10 Indonesian Service.
11:10 Spanish Service: Spanish translation of Friday Sermon, recorded on 30th March 2007.
12:15 Tilawat
12:30 Zinda Log
13:00 Bengali Service
14:00 Friday Sermon [R]
15:15 Children's class [R]
16:30 Faith Matters [R]
17:30 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 MTA World News
18:20 Children's class [R]
19:25 Real Talk
20:30 Children's Corner
21:00 Jalsa Salana Bangladesh [R]
22:10 Friday Sermon [R]
23:25 Ashab-e-Ahmad

Monday 20th June 2011

00:05 MTA World News
00:25 Tilawat
00:35 Dars-e-Hadith
00:45 Yassarnal Qur'an
01:00 International Jama'at News
01:35 Liqa Ma'al Arab: rec. on 4th September 1997.
02:50 Food for Thought: a discussion programme.
03:40 Friday Sermon: rec. on 17th June 2011.
04:55 Faith Matters
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Hadith
06:30 International Jama'at News
07:05 Seerat-un-Nabi (saw)
07:40 Children's class with Huzoor.
08:45 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 16th March 1998.
09:50 Indonesian Service: Indonesian translation of the Friday sermon, delivered on 8th April 2011.
11:00 Jalsa Salana Speeches
11:50 Tilawat
12:05 International Jama'at News
12:35 Zinda Log
13:10 Bangla Shomprochar
14:10 Friday Sermon: rec. on 16th September 2005.
15:20 Jalsa Salana Speeches [R]
16:20 Rah-e-Huda
18:00 MTA World News
18:30 Arabic Service
19:30 Liqa Ma'al Arab: rec. on 7th October 1997.
20:30 International Jama'at News
21:05 Children's class [R]
22:10 Jalsa Salana Speeches [R]
22:55 Friday Sermon [R]

Tuesday 21st June 2011

00:05 MTA World News
00:25 Seerat-un-Nabi (saw)
00:50 Tilawat
01:00 Insight
01:30 Liqa Ma'al Arab: rec. on 7th October 1997.
02:35 Seerat-un-Nabi (saw)
03:00 Rencontre Avec Les Francophones: French mulaqat with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 16th March 1998.
04:10 Khilafat Day Seminar
04:55 Jalsa Salana Qadian: concluding address delivered by Huzoor, on 28th December 2003 from London.
06:00 Tilawat
06:15 Dars-e-Malfoozat
06:35 Insight
07:20 Yassarnal Qur'an
07:55 Children's class with Huzoor.
08:55 Question and Answer Session: rec. on 15th February 1998. Part 1.
10:05 Indonesian Service
11:10 Sindhi Service: Sindhi translation of the Friday sermon, delivered on 6th August 2010.
12:10 Tilawat
12:20 Zinda Log
12:50 Insight
13:10 Bangla Shomprochar
14:15 Khuddamul Ahmadiyya Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 17th September 2006.
14:50 Yassarnal Qur'an
15:25 Historic Facts
16:25 Rah-e-Huda
18:00 MTA World News
18:30 Beacon of Truth: an English talk-show on various matters relating to Islam.
19:30 Arabic Service: Arabic translation of Friday sermon delivered on 17th June 2010.
20:35 Insight
21:00 Children's class [R]
22:15 Khuddamul Ahmadiyya Ijtema [R]
23:05 Real Talk

Wednesday 22nd June 2011

00:10 MTA World News
00:25 Tilawat
00:35 Dars-e-Malfoozat
01:00 Yassarnal Qur'an
01:35 Liqa Ma'al Arab: Recorded on 8th October 1997.
02:35 Learning Arabic
03:15 Food for Thought: an English discussion.
03:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking guests. Recorded on 15th February 1998. Part 1.
05:05 Khuddamul Ahmadiyya Ijtema: concluding address delivered by Huzoor, on 17th September 2006.
06:05 Tilawat
06:25 Dars-e-Hadith
06:45 Yassarnal Qur'an
07:05 Masih Hindustan Main
07:50 Children's class with Huzoor.
08:55 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Recorded on 15th February 1998. Part 2.
09:50 Indonesian Service
10:55 Swahili Service
12:05 Tilawat
12:20 Dars-e-Hadith
12:40 Zinda Log
13:15 Friday Sermon: rec. on 23rd September 2005.
14:05 Bangla Shomprochar
15:25 Dua-e-Mustaja'ab
16:00 Fiq'ahi Masa'il
16:45 Dars-e-Hadith [R]
17:20 Australian Flora & Fauna
18:00 MTA World News
18:20 Majlis Ansarullah UK Ijtema: an address deliverd by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad on 5th November 2006.
19:05 Dua-e-Mustaja'ab [R]
19:25 Real Talk
20:30 Yassarnal Qur'an [R]
20:50 Fiq'ahi Masa'il [R]
21:30 Children's class [R]
22:45 Friday Sermon [R]

Thursday 23rd June 2011

00:00 MTA World News
00:10 Tilawat
00:35 Dars-e- Hadith
00:45 Masih Hindustan Main: A discussion on the books of the Promised Messiah (as).
01:05 Liqa Ma'al Arab: recorded on 9th October 1997.
02:30 Fiqahi Masail
03:00 MTA World News
03:20 Masih Hindustan Main [R]
04:10 Friday Sermon: rec. on 23rd September 2005.
05:05 Jalsa Salana Burkina Faso: opening address delivered by Huzoor, on 26th March 2004.
06:00 Tilawat
06:25 Children's class with Huzoor.
07:30 Yassarnal Qur'an
08:05 Faith Matters
09:10 Qur'anic Archaeology: a discussion on Islamic culture and archaeology.
10:00 Indonesian Service
11:10 Pushto Service
12:00 Tilawat
12:20 Zinda Log
13:00 Bengali Service: Bengali translation of Friday sermon delivered on 17th June 2010.
14:05 Tarjamatul Qur'an class: an in-depth explanation of Qur'anic verses, by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 15th June 1995.
15:30 Moshaa'irah
16:25 Dars-e- Malfoozat
16:35 Yassarnal Qur'an [R]
16:55 Faith Matters
18:00 MTA World News
18:20 Jalsa Salana Burkina Faso: concluding address delivered by Huzoor, on 26th March 2004.
19:25 Qur'anic Archaeology
20:05 Faith Matters [R]
21:05 Children's class [R]
22:10 Tarjamatul Qur'an class [R]
23:15 Moshaairah [R]

****Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 & 17:00 (GMT).***

Translations for Huzoor's programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 18 | Friday 10 June, 2011 | Issue No. 23

ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ آج ہم جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ آج اگر کوئی جماعت اس دنیا میں ہے جس میں وحدت نظر آتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے تو ہمیں ان برائیوں کو جو بنیادی برائیاں ہیں دُور کرنا ہوگا اور ان کو دُور کرنا ضروری ہے۔ اور ان تمام نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے تقویٰ پر چلتے ہوئے آپس کے تعلقات کو بھی مضبوط کرنا ہے۔ پیار محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں اور لغزشوں کو بخشنا ہے۔ بدظنیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے تا کہ وہ وحدت پیش کر سکیں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اس انعام سے فیضیاب ہو سکیں جو خلافت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے تو اس وحدت کی برکت سے ہمیں نقصان پہنچانے کی دشمن کی ہر کوشش خود بخود ناکامیوں اور نامرادیوں میں بدل جائے گی۔

جلسہ سالانہ یو۔کے 2008ء کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا افتتاحی خطاب۔ فرمودہ 25 جولائی 2008ء

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُم بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوااللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(المائدہ:8)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ(النور:53)

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں سے ایک سورہ مائدہ کی آیت ہے اور دوسری سورۃ نور کی۔ دونوں آیات میں اطاعت اور تقویٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تقویٰ کا مضمون ایک ایسا مضمون ہے جس کا ذکر مختلف حوالوں سے بار بار قرآن کریم میں آتا ہے اور یہی ایک حقیقی اور انعام یافتہ مومن کا خاصہ ہے اور اس کے مومن ہونے کی نشانی ہے اور یہی چیز ہے جس کی روح اپنی جماعت میں پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جلسوں کا اہتمام فرمایا تھا۔ افراد جماعت سے آپ کو جلسہ کے نیک نتائج کی وجہ سے جو توقعات تھیں اس پر ہر احمدی غور کرتے ہوئے اس کی باریکیوں کو سامنے رکھتے ہوئے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے تبھی وہ اس معیار کا احمدی بن سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں بنانا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی جماعت کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

’’ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اور ان کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں۔ اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو۔ اور دینی مہمات کے لئے سرگرمی اختیار کریں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ439 ۔مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ معیار ہے جس کے پیدا کرنے کے لئے جلسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور یہ معیار ہے جس کے پیدا کرنے کیلئے آپ نے جلسے کا اہتمام فرمایا تھا۔ آخرت کی طرف بکلّی کون جھک سکتا ہے؟ وہی جو اس زندگی کو عارضی سمجھے۔ وہی جو تقویٰ میں بڑھنے والا ہو۔ وہی جو زُہد اختیار کرنے والا ہو اور جو اس زندگی کو عارضی ٹھکانہ سمجھنے والا ہو۔ جو اس زندگی کو عارضی سمجھے گا، جو تقویٰ میں ترقی کرے گا وہی اپنی عبادت کے بھی حق ادا کرے گا۔ ایک دوسرے سے پیار محبت کا سلوک کرنے والا ہوگا۔ ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہوگا۔ عاجزی اور انکسار اس میں پیدا ہوگا۔ مؤاخات میں دوسروں کے لئے نمونہ بننے والا ہوگا۔ بہت سے حقوق دوسروں کے انسان اس لئے مارتا ہے اور غصب کرتا ہے کہ عاجزی اور انکسار کی بجائے تکبر، خدا ترسی اور پرہیزگاری کی بجائے خود پسندی اور اپنا حق دوسروں پر فائق سمجھنا اور اس کے لئے ہر جائز ناجائز طریق اختیار کرنا اور یہانتک بڑھ جانا کہ راستبازی تو ایک طرف رہی، سچ سے بھی دُور ہٹ جانا اور جھوٹ اپنی ڈھال بنا لینا ان کا طریق ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ نمونہ بنیں جس کے لئے اس زمانہ کے امام کی بیعت میں شامل ہوئے دوریوں اور نفرتوں کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور پھر ایک انسان وہ مقصد جس کے لئے پہلے بے چین تھا، جس کے حصول کیلئے وہ دعائیں مانگا کرتا تھا اسے بھلا دیتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کا محور صرف اپنی ذات بن جاتی ہے یا اپنی اولاد یا اپنا خاندان ایسے لوگوں کا محور بن جاتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’اگر تم میری جماعت میں شامل ہوئے ہو اور اس لئے شامل ہوئے ہو کہ ان انعامات کے حقدار ٹھہرو جو جماعت کی ترقی سے وابستہ ہیں تو پھر یہ برائیاں تمہیں چھوڑنی پڑیں گی۔ پھر تمہیں ان راستوں پر چلنا ہوگا جو خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستے ہیں۔ اپنے دل کو اُن خصوصیات کا حامل بنانا ہوگا جو خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والے کی ہیں۔ جو تقویٰ میں ترقی کرنے والا ہو۔ جس کے لئے جماعت کی عزّت اور غیرت اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے خاندان، اپنے مال، اپنی جائیداد سے زیادہ اہم ہو۔ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ نظامِ خلافت سے بھی پیار، وفا اور محبت کا تعلق ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مضبوطی سے کاربند ہو۔ جو آپس کی نفرتوں اور تفرقوں کو محبت اور پیار، اخوت اور بھائی چارے میں بدلنے والا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ سامنے رکھنے والا ہو جس کا ذکر سورۃ آلِ عمران کی آیت 103 اور 104 میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْاللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔(آل عمران :103) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

پھر فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (آل عمران :104) یعنی اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اُوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہ کھڑے تھے تو اُس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ تقویٰ ایسا ہو جو اس کا حق ہے۔ اور یہ حق عارضی طور پر قائم کر کے تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق نہیں بن جاؤ گے۔ بلکہ ایک دفعہ جب یہ عہد کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں اور قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کروں گا۔ پہلے جو غلطیاں ہوگئیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بخشش کا طالب ہوں۔ اب زمانے کے امام کی بیعت میں آکر یہ عہد کرتا ہوں کہ مرتے دم تک تقویٰ پر چلوں گا تو یہ حقیقی تقویٰ ہے اور یہ حقیقی فرمانبرداری ہے کہ پھر اس عہد کو پورا کرے۔ قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارہ میں جو اس قدر احکامات دیئے ہیں تو اس لئے کہ پہلی قوموں کی تباہی، پہلے نبیوں کی اُمتوں کا بگڑ جانا تقویٰ کی کمی کی وجہ سے تھا۔ آج دیکھ لیں کوئی مذہب بھی تقویٰ پر قائم نہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے نافرمان ہیں وہ بھی باوجود اصل تعلیم کے موجود ہونے کے تقویٰ سے دُور ہیں۔ اسلام کیونکہ آخری شرعی دین ہے، وہ تعلیم ہے جس پر دین مکمل ہوگیا اور اب قیامت تک کوئی نئی تعلیم اور نئی شریعت نہیں آنی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جہاں اس شرعی کتاب کو اصلی حالت میں محفوظ رکھے وہاں اس پر عمل کروانے کے لئے مختلف زمانوں میں ایسے افراد اور مجدّد بھیجتا رہا جو دین پر عمل

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں